مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماهنامه

نقوش اسلام

Issue.No. 3	مئی ۲۰۰۷ء (May,2007) ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ	VOL.No. 2

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسار پوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- ☆ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
- ☆ مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- ☆ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- ☆ الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- ☆ مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- ☆ مولانا محمد صالح جی
- ☆ مولانا حافظ محمد ایوب کاڑوا
- ☆ مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

- ☆ مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- ☆ مولانا محمد ارشد فیضی
- ☆ مولانا محمد عمر قاسمی
- ☆ مولانا محمد نظام الدین ندوی

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

نقوش اسلام، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ .... ۱۰ روپے
سالانہ .... ۱۰۰ روپے
خصوصی .... ۳۰۰۰ روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر

PRINTED PUBLISHED AND OWNED BY MOHD.MASOOD AZIZI NADWI
PRINTED AT UNION PRESS DEOBAND AND PUBLISHED AT MUZAFFARABAD SRE
EDITOR:MOHD. MASOOD AZIZI NADWI

npage24\A017 not found. Border\BISMIL01\001. not found. npage24\A017 not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
بدگمانی سے بچو!	محمد مسعود عزیزی ندوی	
شخصیات		۵
حضرت مولانا سید محمد میاں......	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی	
اسلامی تاریخ		۸
اسلامک سسلی کی ادبی تاریخ	محمد زکریا ورک (کینیڈا)	
اصلاح معاشرہ		۱۲
اسلام میں میوزک وڈانس کی حرمت	مولانا اسرارالحق قاسمی	
جائزہ		۱۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور علم تفسیر	مولانا عبدالرحمٰن ملی ندوی	
مکتوبات اکابر		۱۷
مکتوبات حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
اقبالیات		۱۹
ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا	محمد بدیع الزماں	
تجزیہ		۲۲
دینی مدارس میں حب الوطنی..................	حمیداللہ قاسمی کبیرنگری	

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
فکروعمل		۲۴
طالبان علوم نبوت وقت کی قدر کریں	مولانا محمد ساجد جامعی قاسمی	
غوروفکر		۲۶
ذرائع ابلاغ اور مغربی تہذیب کی ناکامی	ڈاکٹر عدنان علی رضا النحوی	
دعوت فکر		۳۰
مسلمان ترقی کی بجائے..................	مولانا محمد نظام الدین ندوی	
حقائق		۳۲
فرقہ پرست عناصر سے..................	مولانا فتح محمد عبدالحمید ندوی	
درس توحید		۳۵
خدا کے وجود کا سائنسی ثبوت	محمد عرفان خطیب رتناگری	
محاسن اسلام		۳۸
اسلام کا عادلانہ نظام	مولانا محمد عمر مجاہد پوری	
تبصرے		۴۵
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
مراسلات	(ادارہ)	۴۷
حالات حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)............	۳۰۰۰
// // اول اندرونی	// //............	۲۵۰۰
// // آخر اندرونی	// //............	۲۰۰۰
صفحہ اندرونی	(فل سائز)..................	۱۰۰۰
آدھا صفحہ اندرونی	....	۶۰۰
۱/۴ صفحہ //	....	۴۰۰

اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہو رہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰/روپے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

E.mail:masood_azizi@rediffmail.com --------- nuqooshe_islam@yahoo.co.in

پرنٹر پبلیشر محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: حمیداللہ قاسمی رابطہ کے لیے 9719639955 ☆ عزیزی کمپیوٹر سنٹر، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

اداریہ

بدگمانی سے بچو!

محمد مسعود عزیزی ندوی

بدگمانی کا مرض آج کل عام ہے، اس میں اچھے خاصے، لمبے چوغے والے، لمبی لمبی تسبیح والے، عام پڑھے لکھے بلکہ امت کے اکثر لوگ ملوث ہیں، حالانکہ کتاب ہدایت قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ''اے ایمان والو! تم بہت زیادہ بدگمانی سے بچو، اس لیے کہ بعض بدگمانی گناہ ہے'' محسن انسانیت سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی اس بری بیماری کے متعلق اسی طرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ ''بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے'' جب دو مسلمانوں کے درمیان بدگمانی پیدا ہوگی تو اس کا لازمی نتیجہ تجسس ہوگا، تجسس کے عمل میں ایک دوسرے کی غیبت، ایک دوسرے کی عیب جوئی، اس کے نقائص وعیوب کی تلاش، پھر اس سے بڑھ کر تہمت اور بہتان تک بات پہنچتی ہے؛ بلکہ ایک دوسرے کے خلاف جذبہ انتقام پیدا ہوتا ہے، جس سے معاشرے میں بلا کی خرابی وفساد برپا ہوتا ہے۔

عام جائزہ لیا جائے، چاہے عوام کا یا خواص کا، بلکہ زندگی کے جس شعبے کو لے لیجئے خواہ دینی ہو یا دنیوی، تو معلوم ہوگا کہ اکثر آدمی بدگمانی کے مرض میں مبتلا ہیں، اگر کسی جگہ کسی شخص نے مدرسہ قائم کیا، خواہ قائم کرنے والا عالم ہو یا غیر عالم اور اس کے جذبات دین کے تئیں کتنے ہی مہتم بالشان ہوں، مگر قرب وجوار کے بعض لوگ اس کو کھانے پینے کے دھندے سے تعبیر کرتے ہیں، کوئی سفیر چندہ میں گیا اس نے کتنی ہی ایمانداری سے کام کیا ہو، مگر بعض لوگ اس سے بھی بدگمانی کرتے ہیں، کسی آدمی نے محلّہ میں کوئی رفاہی کام کرایا، تو کام کے ہونے سے پہلے اس کرنے والے سے بدگمانی ہونا ایک عام بات ہے، کسی آدمی نے کسی عالم سے یا اپنے کسی خیر خواہ یا کسی بڑے سے مشورہ طلب کیا، اگر مشورہ لینے والے کی خواہش ومزاج وطبیعت کے خلاف مشورہ ہے تو وہ اپنے مشیر سے بدگمان ہوجائے گا اور اگر مشیر کی بات مستشیر کے مصالح کے خلاف ہوا اور اس نے عمل نہ کیا تو وہ مشیر بدظنی کا شکار ہوجائے گا، کسی دوسرے ساتھی یا مسلمان سے ذرا سی بول چال ہوجائے، تو دونوں ایک دوسرے سے ایسی بدگمانی کریں گے کہ الامان والحفیظ۔

ایک جگہ خود مشاہدہ ہوا کہ ایک پروگرام میں ایک بڑے عالم اور زبردست خطیب نے قرآن کریم کی آیت ''فلولا نفرمن کل فرقة'' الایۃ، کو اپنی تقریر کا موضوع بنایا اور اس میں نکات بیان کرنے شروع کئے، مفسرین کے اقوال نقل کئے، ایک دوسرے اچھے عالم جو اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگے کہ یہی بات مولانا مودودی نے لکھی ہے، ایک مرتبہ ہم نے اپنے مدرسہ میں ایک صاحب کو امتحان میں بلایا، پھر بعد میں کسی بنا پر ان کے گھر ان کے کہنے سے یا خود بخود بدگمانی ہوگئی، ایک مرتبہ ہمارے یہاں ہماری عدم موجودگی میں کچھ مہمان آئے، بعض اہل تعلق کو اس لیے بدگمانی ہوئی کہ وہ ان کے یہاں نہیں گئے، حالانکہ وہ مہمان اپنے پروگرام کے تحت آئے تھے، ہمارا ان کے پروگرام میں کوئی دخل نہیں تھا، ایک مرتبہ بعض عرب مہمان آئے تو مجلس میں ایک عالم بھی بیٹھ گئے، بات چونکہ عربی میں ہورہی تھی، وہ عالم صاحب آدھی بات سمجھے، جس کی بنا پر ان کو بدگمانی ہوگئی اور انہوں نے اس کی خاص اشاعت کرڈالی، ایک مولانا ہمارے علاقے کے بعض مدارس میں اس وقت آئے جب یہ

نامہ سیاہ عام طور سے سفر پر ہوا، اس لیے ان کو دعوت نہ دے سکا اور ملاقات نہ کرسکا، جس کی بنا پر ان کو بدگمانی ہوگئی۔

کسی مسلمان کا اگر دوسری جماعت یا دوسرے ادارے سے تعلق ہے، یا اس کا بچہ فلاں ادارے میں پڑھتا ہے، تو دوسرے آدمی کو اس بیچارے سے اس لیے بدگمانی ہوجاتی ہے کہ یہ تو فلاں جماعت کا آدمی ہے، ایک آدمی کا تعلق فلاں عالم سے، یا فلاں مولوی سے، یا فلاں شیخ سے، یا فلاں سیاسی نیتا سے ہے، تو اس سے اس لیے بدظنی ہوجاتی ہے کہ یہ تو فلاں گروپ کا ہے، یا ہمارے فلاں رشتہ دار، فلاں اہل تعلق دوست کے فلاں ہمارے دشمن سے روابط ہیں، تو اس سے بدگمانی، کسی نے آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا، اچھا معاملہ کیا تو اس سے بھی بدگمانی اور آپ سے بھی، ایک صاحب نے کچھ رفاہی کام شروع کرائے، تو اس سے بدگمانی، کہ کہاں سے لایا، کتنا لایا اور کتنا کھالیا، آپ نے کسی سے دینی کام میں مدد لے لی اور آپ کی طرف سے اس کے مزاج وطبیعت کے خلاف کوئی بات صادر ہوگئی تو اس کو بدگمانی، کہ شاید یہ کام اسی کی وجہ سے چل رہا ہے، ورنہ کب کا بند ہوچکا ہوتا، کسی اہم پروگرام میں آپ کی طرف سے یا انتظامیہ کی طرف سے کسی مہمان کا استقبال نہ ہوسکا تو اس کو بدگمانی، کسی کو آپ نے بلایا اور خاطر خواہ لفافہ نہ مل سکا، تو اس کو آپ سے بدگمانی، اور آئندہ نہ آنے کی قسم، آپ نے کسی قیمتی ظرف میں کسی گندی چیز کی نشاندھی کردی تو آپ سے بدظنی، کسی اچھے اور معیاری ادارے میں کسی فرد کی غلطی پر کچھ کہہ دیا تو آپ سے بدگمانی، حالانکہ ظرف بھی اور ادارہ بھی قیمتی اور صحیح ہے مگر اس میں کبھی کبھی سڑائند تو پیدا ہونے کے امکانات ہیں، مگر چونکہ آپ نے بتلایا اس لیے آپ سے بدظنی۔

آپ کا کسی عالم سے کوئی کام بنتا ہے، یا کوئی مخیّر آپ کی طرف دست کرم بڑھاتا ہے، آپ کی خیر خواہی کرتا ہے، یا کسی بڑے ادارے سے یا بڑے ادارے کے ذمہ داران سے آپ کے تعلقات ہیں، تو دوسرا آدمی بدگمانی پیدا کراتا ہے، اس لیے کبھی بدگمانی خود پیدا ہوتی ہے اور کبھی پیدا کرائی جاتی ہے، طرح طرح کے شبہات ڈالے جاتے ہیں، کان بھرے جاتے ہیں، اب چونکہ وہ بھی انسان ہی ہوتے ہیں، اس لیے اچھے خاصے، پڑھے لکھے، متقی پرہیزگار بھی جھانسے میں آجاتے ہیں، اور سیدھے سادھے آدمی سے بدگمانی کر بیٹھتے ہیں، یہ اور اس طرح کی بے شمار مثالیں اور نظیریں ہیں کہاں تک لکھا جائے عقلمندوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے، جیسے بدگمانی کرنا بڑا جھوٹ ہے، ایسے ہی بدگمانی کرانا اس سے بھی بڑھ کر فعل شنیع اور عمل قبیح ہے، اس سے تو بدرجہا احتراز لازم ہے، اسی لیے ایسے گناہ کا ارتکاب کرنے والا جس سے معاشرے میں فساد برپا ہو فاسق ہے، اور فاسق کے متعلق اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (کوئی) خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلو (کچے کانوں سے نہ سنو) کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے کہنے پر جہالت سے (بغیر تحقیق کے) آپ کسی (سے بدظن ہوکر اس) کے درپے ہوجاؤ، پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے''۔

قرآن کریم کے اس ارشاد کی روشنی میں اگر کسی سے بدگمانی ہو یا بدگمانی کا اندیشہ ہو یا اس طرح کی باتیں سامنے آرہی ہوں، تو براہ راست اسی آدمی سے یا پھر کسی معتبر ذرائع سے یا جو طریقہ بہتر ہو اس سے تحقیق کرلینی چاہیے تاکہ معلوم ہوجائے کہ کہاں پانی مررہا ہے، بعض مرتبہ غلط فہمی کی بنا پر بھی بدگمانی ہوجاتی ہے، اور اس وقت زیادہ مشکل ہوجاتی ہے جب طرفین سے اس سلسلہ میں تحقیق نہ کرکے دونوں طرف سے روٹھ کے بیٹھ جاتے ہیں، اس لیے اس بڑے گناہ سے بچنا چاہئے اور معاشرہ کو بچانے کی مہم چلانا چاہئے اور اس سے پہلے اپنی مجلسوں اور اپنے دلوں کو اس مذموم فعل سے محفوظ رکھنا چاہئے اور پھر اپنے دوستوں کی فکر کرنی چاہئے، اللہ تعالی ہمارے حال پر رحم فرمائے، اور معاشرے میں پھیلے ہوئے اس ناسور سے پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔

شخصیات

حضرت مولانا سید محمد میاںؒ دیوبندیؒ ایک جامع شخصیت

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

راقم الحروف نے یوں تو حضرت مولانا سید محمد میاںؒ کا نام بہت پہلے سے سن رکھا تھا اور متعدد بار سرسری ملاقات کا شرف بھی اپنے والد ماجد مولانا قاری حمید الدین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد رشید حضرت علامہ انورشاہ کشمیری) - کہ جن کا اُس عصر کے تقریباً تمام ہی اکابر سے گہرا ربط وتعلق تھا - کے توسط سے حاصل کر چکا تھا؛ لیکن دارالعلوم دیوبند سے اپنا تعلیمی سلسلہ رسمی طور پر مکمل کرنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب ۱۹۵۸ء کے وسط میں دہلی بسلسلہ ملازمت گیا (اور تقریباً تیرہ سال وہاں رہا) تو مولانا موصوف کو نہ صرف بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا بلکہ ان کی بزرگانہ شفقتوں اور مربیانہ انداز سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا، یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ راقم کو جو تھوڑی بہت علمی وقلمی ترقیوں کے مواقع نصیب ہوئے ان کی ابتدا مولانا مرحوم کی ہی توجہات کی رہین منت ہے، خوش اخلاقی، سادگی اور بے نفسی نیز تقوی، پرہیزگاری میں مولانا بزرگان سلف کا نمونہ واخلاص کا پیکر تھے، اس وقت ان کے تقوی وللّٰہیت کا دہلی میں ڈنکا بج رہا تھا (اگرچہ ملی خدمات اور بیدارمغزی وجرأت کے لحاظ سے پورے ملک میں مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن علیہ الرحمہ والرضوان کا طوطی بول رہا تھا)۔

مولانا اپنی افتادطبع کے لحاظ سے ایک عالم، مدرس، مفتی اور مربی تھے، اگرچہ جمعیۃ علماء ہند (جو اس وقت مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم تھی اور اپنے ناظم عمومی مجاہد ملت کی عظیم شخصیت کی وجہ سے آزادی کے بعد مسلمانان ہند کے مشکلات ومصائب کا بلاشرکت غیرے درماں ہونے کی وجہ سے پورے ملک کی مرجع بنی ہوئی تھی) کی متنوع خدمات میں مشغولیت اور اس سے قبل جنگ آزادی میں عملی شرکت کی وجہ سے (چونکہ مولانا جمعیۃ کے ناظم تھے، مجاہد ملت کے انتقال کے بعد ناظم اعلی بنے) دوسرے کاموں میں زیادہ وقت دینے پر مجبور ہوگئے یا کردئے گئے تھے، مگر ان کا علم سے رشتہ کبھی منقطع نہیں ہوا، اسی کا یہ اثر تھا کہ مولانا عرصہ دراز بعد مدرسہ شاہی مرادآباد کی تدریس سے علیحدگی کے تقریباً تیس چالیس سال بعد دہلی کے شہرہ آفاق مدرسہ امینیہ جیسے اہم تدریسی مرکز کے شیخ الحدیث بنائے گئے تو مستفیدین کو ایسا لگا کہ مولانا ہمیشہ استاذ ہی رہے، کبھی اس کوچہ سے جدا نہیں ہوئے، پھر دم واپسیں تک ''حدیث دوست'' کی ''تکرار'' ہی میں مشغول رہے اور ''ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم، الا حدیث دوست کہ تکرار می کنم'' کی عملی تصویر بنے رہے، یا یوں کہہ لیجئے (علامہ شبلی مرحوم کے الفاظ میں) ''چندے آستانِ غیر پر مقیم رہنے کے بعد خاتمہ بالخیر ہونا تھا'' مولانا اس نسل کی نمائندگی کرتے تھے، جس میں وضعداری، بزرگ داشت، تعلقات کا پاس ولحاظ اور خوردنوازی خمیرہ میں گندھی ہوئی تھی، جس کا خوشگوار تجزیہ براہ راست خود راقم کو ہوا، راقم اپنی افتادطبع کے اعتبار سے، نسبتہً کم آمیز اور تعلقات بڑھانے کی ٹیکنک یا فن سے ناآشنا ہے، اس لیے دہلی جیسی مرکزی جگہ مقیم ہوجانے اور یہ جاننے کے باوجود کہ اس وقت کے وہاں اکابر علماء میں بیشتر وہ ہیں جو والد صاحب کے شناسا بلکہ گہرے دوستوں میں ہیں اپنا یہ تعارف کرواکر تعلق پیدا یا استوار کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی؛ لیکن حضرت الاستاذ مولانا معراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو راقم پر غیر معمولی شفقت فرماتے اور اس سے حسن ظن رکھتے تھے، وہ والد صاحب سے متعارف تھے اور ان کے وسیع تعلقات سے واقف تھے، نیز استاذ محترم، حضرت مولانا محمد میاں کے برادر نسبتی تھے، اس لیے استاذ

محترم کی دہلی تشریف آوری بکثرت ہوتی تھی، موصوف کو جب راقم کے دہلی میں قیام پزیر ہونے کا علم ہوا تو کسی طرح پتہ چلا کر قیام گاہ پر تشریف لائے، اس وقت اتفاق سے راقم کی ملاقات نہیں ہوسکی، موصوف نے ایک مختصر سے نوشتے میں اپنی تشریف آوری اور دہلی میں ملنے کے پتہ سے مطلع کیا، راقم اس پتہ پر حاضر ہوا، تو حضرت الاستاذ سے نیاز حاصل ہونے کے ساتھ یہ بھی انکشاف ہوا کہ یہ حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کا دولت کدہ ہے، جن کی عظمت کا نقش دل پر پہلے ہی سے قائم تھا، بعد کے واقعات سے پتہ چلا کہ احقر کی موجودگی میں تو نہیں؛ لیکن حضرت الاستاذ نے مولانا موصوف سے راقم کا تعارف کرایا اور خیال ہوتا ہے کہ اس حقیر سے جو حسن ظن تھا اس کا بھی اظہار کیا، جس کا اندازہ بعد میں حضرت سید الملت کے اس برتاؤ سے ہوا جو موصوف نے احقر کے ساتھ روا رکھا، سب سے پہلے تو اس کا اظہار بایں طور ہوا کہ جب کچھ عرصہ بعد مولانا سے ملاقات ہوئی تو بزرگانہ شفقت سے بھری یہ شکایت کی کہ تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ تم فلاں...... کے صاحبزادے ہو، ظاہر ہے کہ اس کا جواب بجز انفعال وشرمندگی کے کیا ہوسکتا تھا، اس کے بعد تو مولانا کی عنایتوں کا وہ سلسلہ شروع ہوا کہ جس نے بزرگان پیشیں کی یاد تازہ کردی، یہاں یہ عرض کردینا بے محل نہ ہوگا کہ راقم کی دہلی میں ابتداءً مشغولیت میں ایک بڑی مسجد کی خطابت وامامت اور اسی میں درس قرآن مجید وحدیث شریف (روزآنہ دو درس) تک محدود تھی؛ لیکن موصوف سے حضرت الاستاذ نے نہ جانے احقر کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا، جس کی وجہ سے انہوں نے دہلی کے تمام بڑے عربی مدارس میں جن کے موصوف فعال رکن تھے، مجھے مدرس بنوانے کی سعی شروع فرمادی اور یہ بھی فرمایا کہ ''میں خود بھی خیال رکھوں گا'' چنانچہ شاید کچھ مہینے ہی گذرے تھے کہ مدرسہ عالیہ عربیہ فتحپوری میں جگہ خالی ہوگئی، احقر نے تعمیل حکم کرتے ہوئے مولانا کو مطلع کیا تو ایک درجہ مسرت آمیز حیرت (یا حیرت آمیز مسرت) سے دوچار ہوا، جب مولانا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''مجھے معلوم ہوگیا تھا اور میں نے پہلے ہی سلسلہ جنبانی کردی تھی'' چنانچہ راقم کا مدرسہ عالیہ فتحپوری کے اندر تدریسی شعبہ میں تقرر ہوگیا (یہاں یہ ذکر کردینا بے محل نہ ہوگا کہ اسی مدرسہ کے ایک مدرس صاحب نے جو مولانا کے ہم نام ہیں انہوں نے بھی سعی کی فجزاہما اللہ خیرالجزاء) اس سے پھر آگے کی علمی وقلمی ترقیوں کی راہ کھلی، اس وقت دہلی میں یہی مدرسہ سب سے زیادہ اہم سمجھا جاتا تھا، یہاں کی بہتر تدریس کی شہرت بھی تھی (جس کا ثبوت دہلی کے چند اہم مدارس کے طلبہ کا سالانہ امتحان مشترک ہونے کے زمانے میں ملا، کہ مدرسہ فتح پوری کے طلبہ ممتاز رہتے تھے) اس تقرر کے تھوڑے ہی عرصہ بعد راقم کا سب سے پہلا مضمون ''قوم یہود اور پچاس نمازیں'' حضرت مولانا ہی کی توجہ فرمائی سے اور غالباً نظر ثانی واصلاح کے بعد ایک وقیع علمی رسالہ میں شائع ہوا، پھر تو گویا راقم کا قلم چل پڑا، مذکورہ مضمون کا محرک بھی تدریس ہی بنی، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ہی سال راقم سے متعلق جن کتابوں کی تدریس کی گئی ان میں اصول فقہ کی مشہور کتاب ''نورالانوار'' بھی تھی (جو عموماً نئے اساتذہ کو نہیں دی جاتی، مگر راقم سے حسن ظن کی بنا پر متعلق کردی گئی) اس میں ایک جگہ گذشتہ ادیان سماویہ کے احکام منسوخہ کی مثالیں دیتے ہوئے پچاس نمازوں کا بھی تذکرہ ہے یعنی یہ کہ بنی اسرائیل پر پچاس نمازیں دن رات میں فرض ہوئی تھیں، مگر حدیث کے ایک طالب علم کی حیثیت سے راقم کو یہ بات کھٹکی کیونکہ واقعہ معراج کی صحیح احادیث میں حضرت موسی علیہ السلام کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے تذکرہ میں یہ بھی ملتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر (پچاس کے بجائے) صرف پانچ نمازیں ہی رہ گئیں، تب بھی موسی علیہ السلام نے مزید تخفیف کی اللہ تعالی سے درخواست کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا تھا، نیز مشورہ دیتے ہوئے فرمایا تھا، یامحمد واللہ لقد راودت بنی اسرائیل قومی علی ادنی من ھذا فضعفوا وترکوہ. (بخاری ۱۱۲۱/ کتاب التوحید)

اس واقعہ کی صحت کے ساتھ موجودگی ''یہود پر پچاس نمازوں کی فرضیت'' تسلیم کرنے سے مانع بنی ہوئی تھی، چنانچہ راقم نے متعلقہ کتب کی ورق گردانی اور گہرا مطالعہ کرنے کے بعد حاصل سعی ومطالعہ بحوالہ بالا مضمون میں پیش کرکے شائع کروادیا تھا، اس کے علاوہ اور بھی متعدد

مضامین لکھنے اور شائع ہونے کی نوبت آئی، خاص طور پر ایک مفصل مضمون ''رویت ہلال'' پر ماہنامہ ''برہان'' جیسے علمی و قیع رسالہ کے اندر (جس کا شمار اس زمانے میں صف اول کے چند علمی رسالوں کے اندر ہوتا تھا) کئی قسطوں میں شائع ہوا جو مستقبل کے لیے فال نیک ثابت ہوا، بعد میں (میرے لکھنؤ بلا لیئے جانے کے بعد) مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے وہ کتابی شکل میں ''رویت ہلال کا مسئلہ'' کے نام سے شائع ہوا، پھر مزید اضافوں کے ساتھ اس کے متعدد ایڈیشن حیدآباد، کراچی وغیرہ سے شائع ہوئے، اس کتاب کا سہرا بھی حضرت سید الملت کے سر باندھنا ہی مناسب ہے، کیونکہ ابتدائی تحریک ان ہی نے کی تھی، جس کی تقریب یہ ہوئی کہ اس زمانے میں ''ادارۃ المباحث الفقہیۃ'' قائم ہوا (جو نئے پیش آمدہ مسائل کی تحقیق اور ان کے شرعی حل پیش کرنے کے لیے ''جمعیۃ علماء ہند'' نے حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب کی سرپرستی میں قائم کیا تھا) اس کا محرک مذکورہ ادارہ سے راقم کی علمی وابستگی ہوئی یعنی اس وابستگی کی وجہ سے یہ مضمون لکھا گیا اس وابستگی میں بھی احقر کے ساتھ موصوف کا حسن ظن کارفرما تھا، راقم حیران ہے کہ کس کس عنایت کا تذکرہ کیا جائے، سب کا احاطہ کرنا آسان نہیں ہے، بس انہی چند مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

موصوف کی شفقتوں کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان دنوں صاحبزادے گرامی قدر ساجد میاں سلمہ مدرسہ فتحپوری کے طالب علم تھے (اس وقت تو صرف ساجد میاں کے نام سے جانے جاتے تھے) جو اپنے والد ماجد کی حسن تربیت اور اللہ کے فضل و کرم کی بنا پر زیور علم و عمل اور تقوی و سعادت مندی کی دولتوں سے آراستہ ہوئے، اب سعودی سفارت خانہ میں ایک اہم منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے بہتوں کے لیے فائدہ رسانی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں (اعلی اللہ مراتبہ ورعاہ)

مولانا کی توجہ تام اور پدرانہ تربیت کا اعلی نمونہ موصوف کے بڑے صاحبزادے مولانا سید حامد میاں صاحب میں دیکھا جاسکتا تھا، جنھوں نے علمی، عملی، فکری، تدریسی و اصلاحی میدانوں میں ترقی کے اعلی سے اعلی منازل طے کئے، وہ ملک کے صف اول کے علماء و مصلحین میں شمار کئے جانے کے لائق بنے۔

تقسیم ہند کے چند سال بعد وہ پاکستان کے مشہور علمی و تہذیبی شہر لاہور منتقل ہو گئے، جہاں موصوف نے اپنے استاذ و شیخ جن سے انہیں اجازت بیعت بھی حاصل تھی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے نام پر ''جامعہ مدنیہ'' قائم کیا جو ان کی انتھک محنتوں اور مخلصانہ جدوجہد کی وجہ سے پاکستان کے اعلی دینی مدرسوں میں شمار کیا جانے لگا، مگر افسوس کے مولانا حامد میاں موصوف نسبتہ کم عمر ہی میں اپنے والد کے انتقال سے تقریباً ۱۵/سال بعد سفر آخرت پر روانہ ہو گئے اور ایسا خلا چھوڑ کر گئے کہ جس کا جلد پورا ہونا دشوار ہے، مولانا مرحوم جید حافظ قرآن اور مجود بھی تھے، راقم الحروف نے اپنی بہت کم عمری میں (غالباً وہ تقسیم ہند سے قریب کا زمانہ تھا) مرادآباد کی شاہی مسجد میں متعدد بار تراویح ان کے پیچھے پڑھی، تراویح میں ان کی قراءت کی لذت آج تک یاد ہے، اس وقت مولانا کا عنفوان شباب تھا اور سبزہ آغاز، غرضیکہ حضرت مولانا محمد میاں ایک جامع شخصیت کے مالک تھے اسی وجہ سے وہ متعدد اداروں، انجمنوں مجلسوں اور تنظیموں کے رکن رکین تھے، مختلف مجالس میں بحثوں کے بعد تجویز مرتب کرنے کی ذمہ داری مولانا کی بیدار مغزی اور سلیقہ مندی کی بناء پر بالعموم انہیں کے سپرد کی جاتی تھی، جسے وہ بطریق احسن انجام دیتے تھے، کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کے بعد فقیہانہ محتاط عبارت نگاری میں مولانا کا ہی درجہ تھا، سنا گیا ہے کہ حضرت الاستاذ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نے جو مولانا کے بھی شیخ تھے، موصوف کے اس وصف امتیازی کی بنا پر مزاحاً انہیں ''حیوان کاتب'' کا لقب دیا تھا، اس میں شک نہیں کہ مولانا قلم کے دھنی تھے، نہ جانے کتنے ہزار صفحات مولانا کے رشحات قلم سے مزین ہو کر شائع ہو چکے ہیں، متعدد مستقل کتابوں جن میں ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' کی پانچ جلدیں سب سے زیادہ نمایاں ہیں، اس کے علاوہ خدا جانے کتنے مضامین اور مقالے دینی، اصلاحی، سیاسی، علمی و تعلیمی، تنقیدی وغیرہ موضوعات پر مولانا نے لکھ کر ملک و ملت کی خیرخواہی و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

اسلامی تاریخ

پہلی قسط

اسلامک سسلی کی ادبی تاریخ

محمد زکریا ورک (کنگسٹن کینیڈا)

سسلی بحیرہ روم کا سب سے بڑا جزیرہ ہے، اس کے علاوہ قابل ذکر جزائر قبرص، سارڈینیا، کورسیکا، مالٹا اور کریٹ ہیں، سسلی کو ہوا میں سے دیکھا جائے تو یہ مثلث کی صورت میں دکھائی دیتا ہے، مشرق سے مغرب تک اس کی لمبائی صرف 175 میل ہے، تیونس سے یہ بحری راستے سے صرف نوے میل اور اٹلی سے یہ صرف دو میل کے فاصلہ پر ہے، اس کے دارالخلافہ کا نام پالیرمو ہے جس کی آبادی ایک ملین کے قریب ہے جبکہ پورے جزیرہ کی آبادی چار ملین سے زیادہ ہے، سسلی کے لوگ یونانی، فرنچ، اسپینش، اطالین اور عرب نسل کے ہیں، مشہور زمانہ یونانی سائنس دان ارشمیدس یہاں کے شہر سیرا کیوس کا رہنے والا تھا، یہاں کا مشہور آتش فشاں پہاڑ جبل النار (Mt.Etna) ہے جو اکثر لاوا اگلتا رہتا ہے۔

یہ جزیرہ اگرچہ چھوٹا سا ہے مگر تاریخی طور پر اس کی اہمیت مسلمہ ہے، اس کے محل وقوع کے پیش نظر یہ مشرق اور مغرب، اسلامی اور یورپین تہذیبوں کے درمیان میٹنگ پوائنٹ رہا ہے، یورپ اور افریقہ کے درمیان یہ کڑی (لنک) کے طور پر اہمیت رکھتا ہے، پالیرمو شہر کے اندرونی حصہ میں ایک چرچ سان پاؤلینو (San Paulino) ابھی بھی موجود ہے جو کسی زمانے میں مسجد ہوا کرتا تھا، شہر میں ایک کیتھڈرل بھی ہے جس کے اندر داخل ہونے والے گیٹ کے ستونوں پر قرآنی آیات لکھی ہوئی نظر آتی ہیں، یہاں جامع مسجد ہوا کرتی تھی جہاں مسلمان پانچ وقت اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان دیا کرتے تھے، شہر میں اس وقت جہاں جہاں گرجا گھر ہیں وہاں مساجد ہوا کرتی تھیں، کچھ سال قبل آرچ ڈیوسیس آف پالیرمو (Archdioceseof Palermo) نے شہر میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر ایک چرچ ان کو واپس دے دیا تھا تا کہ وہ اسے مسجد کے طور پر استعمال کر سکیں، شہر کے اندر ایک قلعہ جو بارہویں صدی میں تعمیر ہوا تھا اس کا نام Al Aziz (العزیز) ہے، یہاں ایک میوزیم بھی ہے جس میں اسلامی نوادرات کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

سب سے پہلے شام کے گورنر حضرت معاویہؓ کے دور حکومت میں مسلمان مجاہدین نے یہاں 652ء میں بحری حملہ کیا تھا، موسیٰ ابن نصیر کے دور میں بھی مسلمانوں نے یہاں حملہ کیا، خلیفہ ہارون الرشید کا سفیر فرانس کے بادشاہ شارلیمان سے جب ملنے کے لئے جا رہا تھا تو وہ یہاں 801ء میں آیا تھا۔

مسلمانوں نے سسلی پر 264 سال یعنی 1091ء-827ء تک حکومت کی، اس کے بعد نارمن (1189-1093ء) یہاں حکومت کرنے لگے مگر ان کے عہد میں بھی اگلے یک سو سال تک اسلامی علوم وفنون، ثقافت نے بہت ترقی کی، 827ء میں جو فل سکیل اسلامی حملہ سسلی پر ہوا وہ تیونس کی بندرگاہ سوس (Sousse) سے شروع ہوا جس میں ایک سو جہاز اور کشتیاں شامل تھیں، اس میں دس ہزار فوجی تھے، اسلامی فوج کا کمانڈر اسد الفرات ابن سنان تھا جو قرآن پاک کا زبردست مفسر تھا، مگر ملٹری معاملات میں اسے کوئی خاص تجربہ حاصل نہ تھا، فوج میں عرب فوجیوں کے علاوہ بربر فوجی، ایرانی فوجی اور اندلسی فوجی بھی شامل تھے، اسلامی فوج مزارا (Mazara del Vallo) کے مقام پر اتری، دونوں فوجوں میں جھڑپیں ہوئیں مگر اس جزیرہ کو مکمل طور پر زیر کرنے میں مسلمانوں کو 75 سال لگ گئے، اسلامی اسپین کی فتح میں یہودیوں

نے مسلمانوں کا ساتھ دیا تھا یوں صرف تین سال میں پورا اسپین زیرنگیں ہوگیا، مگر سسلی میں ایسا نہ ہوا کیونکہ یہاں مقابلہ بازنطینی سلطنت سے تھا، اس لئے ہرلڑائی بڑی خوں ریز ہوتی تھی، پالیرمو (Palermo) کا نام المدینہ میں تبدیل کر دیا گیا، اس شہر کو مسلمانوں نے 831ء میں تسخیر کر کے اسے دارالخلافہ قرار دے دیا، اپنی فتح کا جشن منانے کیلئے مسلمانوں نے شہر میں تین سو مساجد تعمیر کر دیئے، جلد ہی حمام، ہسپتال، مارکیٹس، محل، قلعے بھی تعمیر کر دئے گئے، جزیرے کی آبادی دوگنا ہوگئی، عربوں نے نظام آبپاشی اور کھانے کا سلیقہ بدل کر رکھ دیا کیونکہ ان کی سائنسی مہارت اور انجنیرنگ کمال کی تھی، سیرا کیوس (Syracuse) پر قبضہ انہوں نے 870ء میں حاصل کیا، مالٹا کا جزیرہ ایک مہینہ کے محاصرہ کے بعد 870ء میں ان کے زیر تسلط آ گیا، 846ء میں مجاہدین نے کیتھولک عیسائیت کے مرکز روم پر حملہ کر کے سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے چرچوں پر اسلامی جھنڈا لہر دیا اور پوپ لیو ششم (Pope Leo VI) نے مسلمانوں کو پچیس ہزار چاندی کے سکوں کا سالانہ تاوان دینے کا وعدہ کیا جس پر مسلمان وہاں سے واپس چلے گئے۔

جزیرہ پر نارتھ افریقہ کے تین مسلمان خاندان سلاطین اغلبی (903ء)، فاطمی (909ء) اور کلبی (948ء) کی حکومت رہی، اگرچہ جزیرہ کو عربوں نے فتح کیا تھا مگر یہاں بسنے والے افراد زیادہ تر بربر مسلمان تھے، حسین الکلبی (وفات 965ء) کو فاطمی خلیفہ المنصور نے یہاں کا گورنر مقرر کیا تھا کلبی خاندان کی حکومت کے 1052ء میں خاتمہ کے بعد ملک سیاسی بحران کا شکار ہوگیا، یہاں کے گورنر یوسف ابن عبداللہ (989-998ء) کے دور حکومت میں سسلی نے بہت ثقافتی اور علمی ترقی کی، مسلمانوں نے یہاں کی تہذیب، ثقافت، آرٹس میں قابل قدر اضافے کئے، یہ مضمون اس عروج کی مختصر مگر دل کو گرما دینے والی شیریں داستان ہے۔

ابن حوقل جو بغداد کا مشہور جیوگرافر تھا وہ سسلی آیا اور اس نے پالیرمو کو اپنے سفرنامے میں تین سو مسجدوں والا شہر قرار دیا تھا، اس نے شہر کے اردگرد باغات ہی باغات دیکھے تھے، قرطبہ کے بعد یہاں پر سب سے زیادہ مساجد تھیں، بغداد اور قرطبہ کے بعد عالم اسلام میں پالیرمو تیسری اہم بین الاقوامی شہر تھا، پالیرمو کی آبادی اس وقت ایک لاکھ کے قریب تھی، زراعت کے لئے مسلمان اپنے ساتھ ہائیڈرالک ٹیکنیکس لے کر آئے، کھیتی باڑی کے لئے مسلمانوں نے نہریں اور دریا بنائے اور ان کی دیکھ بھال کی، پانی کا یہ نظام ابھی بھی پالیرمو میں زیر استعمال ہے، اس نظام زراعت سے پورا جزیرہ جنت نما بن گیا اور ہر طرف نئے نئے پھل جیسے مالٹے، لیموں، گنے، کپاس، شہتوت، کھجوریں، بینگن، زیتون، تربوز نظر آنے لگے، جو لوگوں نے پہلے یہاں کبھی دیکھے ہی نہ تھے، سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی یہاں چاول اگائے، گندم کی نئی قسمیں لگائیں گئیں، یہاں سے معدنی نمک، لیموں اور مالٹے اعلیٰ کوالٹی کے اسپین بھیجے جاتے تھے، گنے کو لگانے کے جو طریقے یہاں استعمال میں لائے گئے وہی بعد میں یورپ میں استعمال کئے گئے، ایمونیم اور ریشم یہاں سے اکثر برآمد کیا جاتا تھا، ریشم پر بیل بوٹے نکالنے اور نقش و نگار کرنے کی فیکٹریاں تھیں ایسا ریشم اسلامی اسپین اور یورپ کو فروخت کیا جاتا تھا، پالیرمو کی آبادی 1050ء میں دو لاکھ ہوگئی تھی۔

ہر شہر کے ڈاؤن ٹاؤن (مدینہ) میں سینٹرل مارکیٹ (سوق) ہوتی تھیں جہاں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی، مارکیٹ میں ٹیکسٹائیل، زیورات، گرم مصالحہ جات، درآمد شدہ مال اور منی چینجر کے دکانیں ہوتی تھیں، غیر ملکی تجارت کرنے والے تاجروں کے لیڈر کو رئیس التجار کہتے تھے۔

مسلمانوں نے یہاں آ کر تین انڈسٹریز کو بہت ترقی دی یعنی کاغذ بنانے کی انڈسٹری، بحری جہاز اور نقش و نگار والے ٹائیلز (Mosaic tiles) بنانے کی انڈسٹری، اسلامی اسپین، مصر اور بحیرہ روم کے اردگرد کے اسلامی ممالک میں تجارت زوروں پر تھی، سسلی کے اہم محل وقوع کے پیش نظر اکثر بڑی طاقتیں یہاں حملے کرتیں اس لئے مختلف شہروں کے دفاع کے لئے 23 قلعے تعمیر کئے گئے تھے، پالیرمو کے اردگرد اونچی فصیل اور خندق بنائی گئی تھی، ہر اقلیم (ڈسٹرکٹ) میں جامع مسجد ہوتی تھی، نارتھ افریقہ، مصر، اندلس کے مسلمان علماء اور فقیہ یہاں اکثر تبادلہ خیال

یا عارضی رہائش کے لئے آتے تھے، اندلس میں جب اسلامی حکومت اپنے عروج پر تھی تو اس کا اثر سسلی پر بہت گہرا تھا، کئی نامور سسلین شاعر اندلس میں جا کر آباد ہو گئے، جیسے ابن حمدیس (1055-1132ء) سسلی کا سب سے مشہور شاعر تھا جس کی پیدائش سیراکیوس میں ہوئی تھی وہ ہجرت کر کے اشبیلیہ میں آباد ہو گیا تھا، اس کا دیوان روم سے 1897ء میں شیاپ اریلی (Schiaparelli) نے شائع کیا تھا، مساجد علمی تبادلہ خیال کا مرکز ہوتی تھیں جہاں فقہ، حدیث، قرآن، گرائمر کی تعلیم دی جاتی تھی، جو مدرس یہاں ملازم ہوتے ان کے لئے جنگ پر جانا ضروری نہیں ہوتا تھا، شعراء کی ایک فہرست جو 1150ء میں تیار کی گئی تھی اس میں ایک سو عرب شاعروں کے نام گنوائے گئے تھے، سسلی میں سائنس، میڈیسن، فقہ پر چند بنیادی کتابیں سپرد قلم کی گئیں، مسلمانوں کے زیر حکومت یہاں تعلیم کی شرح 870ء میں بہت زیادہ تھی بمقابلہ 1870ء کے جب یہاں اطالین حکمراں تھے (یعنی سترہ فی صد)، بیسویں صدی کے شروع تک اسلامی اثر یہاں نمایاں نظر آتا تھا حالانکہ 1280ء کے بعد مسلمان خال خال ہی نظر آتے تھے۔

سسلی کی علمی و ادبی دنیا:

مسلمانوں کے یہاں وارد ہونے کے بعد جلد ہی لوگ عربی زبان بولنے لگے اور آج بھی مقامی زبان میں عربی زبان کے الفاظ پہچانے جا سکتے ہیں، ابن یونس (1051ء) سسلی کا مشہور فقیہ تھا جس نے المدونہ کی تفسیر لکھی تھی، عتیق علی السمانتاری نامور ماہر دین تھا جس نے اسلامی ممالک کے لمبے لمبے سفر کئے تھے، مزاری بھی ماہر علم دین تھا جس نے الجوینی کی کتاب پر تقریظ لکھی تھی، سعید بن سلام نے حجاز کا سفر کیا پھر وہ ایران گیا اور نیشاپور میں 983ء میں راہی ملک عدم ہوا، عتیق بن محمد سسلی کا نامور صوفی تھا جس کی وفات بغداد میں ہوئی، محمد بن خراسان بھی قرآن حکیم کا ممتاز اسکالر تھا جس نے مصر میں تحصیل علم کی تھی، اسماعیل بن خلاف (وفات 1063ء) سسلی سے ہجرت کر کے اندلس چلا گیا جہاں اس نے مشہور کتاب عنوان فی القرآن سپرد قلم کی جس کے قلمی مسودات برلن کی ایک لائبریری آیا صوفیہ استنبول اور بانکی پور (ہندوستان) میں ابھی تک محفوظ ہیں، ابراہیم التیمی حدیث کا اسکالر تھا جس نے عراق میں سکونت اختیار کر لی تھی، اسد بن فرات (پیدائش 759ء) فقہ کا نامور اسکالر تھا جو مدینہ منورہ میں حضرت امام بن مالکؒ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے وہاں آباد ہو گیا تھا، اس کی مشہور کتاب کا نام اسدیہ ہے۔

عبداللہ سسلی کا ممتاز ماہر نباتات تھا جس نے ڈیاسکورائیڈس (Dioscorides) کے نباتات پر رسالہ کا ترجمہ اندلس کے خلیفہ عبدالرحمٰن الثالث کے لئے کیا تھا، ابوعبداللہ القرانی سسلی کا شاعر، ماہر فلکیات اور ریاضی داں تھا، ابوسعید ابراہیم سسلی کا مشہور طبیب تھا جس نے فارماکالوجی پر کتاب لکھی جو ابھی تک محفوظ ہے، ابوبکر الصقلی بھی یہاں مشہور عالم مدرس تھا، احمد عبدالسلام نے شیخ الرئیس بوعلی سینا کی طب کی کتابوں پر کمنٹری لکھی تھی۔

لسانیات کے میدان میں سسلی کے بہت سارے عالم یہاں سے غیر ممالک میں چلے گئے جبکہ بعض ایک اسلامی ممالک سے یہاں آکر آباد ہو گئے، مثلاً قرطبہ کا شاعر اور گرائمرئین موسیٰ اصبغ سسلی ہجرت کر آیا اور الکتانی (1035-1118) سفر کر کے عراق گیا، وہاں سے ہندوستان اور ایران میں راہی ملک عدم ہوا، سعید حسن عراق کا فرہنگ نویس تھا جس کی وفات سسلی میں 995ء میں ہوئی، ابن راشق (1000-1070) بھی لغت نویس تھا جس کی پیدائش نارتھ افریقہ میں ہوئی مگر سسلی میں وفات پائی، شاعری میں اس کی کتاب کا عنوان کتاب العمدہ ہے جو قاہرہ سے 1955ء میں شائع ہوئی تھی۔

ابن البر بہت بڑا ماہر لسانیات تھا جس نے الیگ زنڈریہ میں تعلیم حاصل کی تھی، سسلی واپس آکر وہ پالیرمو میں جا گزیں ہوا اور 1068ء میں وفات پائی، شہرہ آفاق لغت صحاح الجواہری وہی یہاں لے کر آیا تھا، ابن القطع نے ایک منتخب اشعار کی ایک کتاب درۃ الخاطرۃ تالیف کی جس میں سسلی کے متعدد شعراء کا کلام دیا گیا تھا، ابن الخیاط پالیرمو

میں گورنر کے دربار میں شاعر تھا،ابوزید الغمر ی (بربر) نے ایک کتاب سسلی کی تاریخ پر لکھی، یادرہے کہ سسلی اندلس کی ریاست کا دسویں اور گیارہویں صدی میں ادبی صوبہ تھا، یہاں جو عربی بولی جاتی تھی وہ نارتھ افریقہ سے ملتی جلتی تھی۔

علی داؤد سمن تاری (1072ء) نے ایک نہایت عمدہ کتاب المدونہ الکبریٰ کے نام سے لکھی جس پر ابن یونس اور ابن الحکر جیسے عالموں نے تفاسیر لکھیں، ابولفراج الکتانی (1036-1118ء) ایک مسلمہ ماہر صرف ونحو اور فرہنگ نویس تھا، محمد بن ابی الفراج (1122ء) مزارا کے شہر کا مکین تھا اور ممتاز قاری قرآن اور ماہر صرف ونحو تھا، اس نے قرأت کے موضوع پر کتاب الاستیلہ لکھی، عثمان الحجاز (1149ء) بہت بڑا فقیہ تھا جو ہجرت کر کے اسکندریہ چلا گیا، اس نے مالکی فقہ پر متعدد کتابیں سپرد قلم کیں، محمد علی التمیمی (1142ء) مالکی فقہ اور علم دین کا اسکالر تھا، اس نے کتاب المعلم لکھنے کے علاوہ صحیح مسلم کی تفسیر لکھی، نارتھ افریقہ کی المؤحد تحریک (1146-1269ء) کا بانی ابن تومارت اس کا شاگرد عزیز تھا۔

ابومحمد عبدالجبار ابن حمدیس (1055-1133ء) اسلامی سسلی کا ذی شان اور عالی وقار شاعر تھا، اس نے سسلی کی تاریخ پر کتاب تاریخ الجزیرہ الخضرہ زیب قرطاس کی، وہ اندلس 1078ء میں گیا اور اشبیلیہ کے خلیفہ المعتمد کے درباریوں میں شامل ہو گیا، اس نے یوسف بن تاشفین کی الفانسو ششم کے خلاف جنگ میں فتح پر ایک لمبا قصیدہ رقم کیا، وہ اپنی شاعری میں ایسے الفاظ استعمال کرتا تھا جس سے تصویر ابھر کر قاری کے سامنے آجاتی تھی، اس کے دیوان کو سکیاپا ریلی (Schiaparelli) نے ایڈٹ کیا جو 1897ء میں روم سے شائع ہوا، اور دوسری بار بیروت سے 1960ء میں العرب فی الصقلیہ کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔

ابن بشرون الصقلی نارتھ افریقہ سے سسلی آیا تھا، اس نے ایک دلچسپ کتاب ''المختار فی النظم والنثر'' کے نام سے تالیف کی جو غزلوں اور اشعار کا مجموعہ تھی، اس نے کیمسٹری پر کتاب سر الکیمیا لکھی، ابن الظفر الصقلی (1165ء) اس کا لقب حجۃ الدین اور برہان الاسلام تھا، اس کی اہم تصنیف کا نام سلوان المؤطا ہے جس کا ترجمہ انگلش، اطالین اور ترکش میں ہو چکا ہے، اس نے قرآن پاک کی تفسیر لکھی جس کا نام تفسیر کبیر تھا، اس نے گرائمر، علم اللسان اور دیگر موضوعات پر 32/ کتابیں لکھیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: ینبوع الحیات، فوائدوحی، فی شرح اسماء الحسنٰی، خیر البشر، علم النبوۃ۔

ابو طاہر اسماعیل الصقلی (1170ء) نے ایک دو کتابیں العنوان فی القرأت اور کتاب الاکتفاء فی القراءۃ لکھیں، وہ گرائمر کا بھی ماہر اور قرآن حکیم کا زبردست قاری تھا، اس کی وفات شام میں ہوئی، ابوالقاسم علی ابن جعفر جو ابن القطع (1041-1121ء) کے نام سے بھی پہچانا جاتا تھا، پرتگال سے ہجرت کر کے بمع اہل وعیال اسپین آیا تھا، اس نے ابن البر سے گرائمر اور لسانیات (فلالوجی) کی تعلیم حاصل کی، یہاں سے وہ مصر ہجرت کر گیا جہاں وہ صرف ونحو (گرائمر) کی تعلیم دیا کرتا تھا، اس نے سسلی کی تاریخ پر تاریخ الصقلیہ لکھی جو صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکی ہے، اس نے سسلی کے 170 شعراء کے کلام کا مجموعہ درۃ الخطیرہ من شعراء الجزیرہ کے نام سے قلم بند کیا، اس کی دو دوسری کتابوں کے نام کتاب السیف اور کتاب العروض ہیں۔

جیکب ابا ماری (Jacob Aba Mari) اہل یہود سے تھا، جس نے ابن رشد کی شروح کو عبرانی میں 1232ء میں منتقل کیا نیز مشہور ہئیت داں الفرغانی کی فلکیات پر کتاب کا بھی ترجمہ کیا، یہودہ کوہن (Yahuda Cohen) اندلس سے ہجرت کر کے اٹلی 1247ء میں آیا، اس نے عربی میں ایک مبسوط انسائیکلو پیڈیا ترتیب دیا اور پھر اسی کو عبرانی میں بھی ڈھالا، چار اطالین ایسے بھی تھے جنہوں نے عربی کتابوں کے تراجم کئے یعنی پلیٹو آف ٹوولی (Plato of Tivoli) نے البتانی اور الفرغانی کی علم فلکیات پر کتابوں کے تراجم کئے، اسٹفین آف پیسا (Stephen of Pisa) نے علی بن عباس المجوسی کی طب پر کتابوں کے تراجم کئے، بانا کوسا (Banacosa) اطالین یہودی تھا ﴿بقیہ......صفحہ ۲۱ پر﴾

اصلاح معاشرہ

اسلام میں میوزک وڈانس کی حرمت

مولانا اسرار الحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، دہلی

فی زمانہ اگر چہ انسان نے مادی اعتبار سے ترقی کی ہے، لیکن فکری، سماجی، اخلاقی اور تہذیبی اعتبار سے اسے زوال سے دوچار ہونا پڑا ہے، فکری انحطاط کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ جو چیز انسان کے حق میں زہر ہے، اسے وہ اکسیر سمجھ رہا ہے، اور جو چیز انسان کو اس کے اصل مقصد سے دور کر رہی ہے اور ہر لمحہ زوال کی طرف لے جارہی ہے، اسی چیز کو ترقی اور بلندی کی کلید سمجھا جارہا ہے، اس فکری زوال نے آج کے انسان کو اخلاقی، سماجی اور تہذیبی سطح پر انتہائی پسماندہ بنادیا۔

ذرا غور کیجئے کہ گانا بجانا جسے کل تک ایک غیر معیاری اور نامناسب شے تصور کیا جاتا تھا، آج اسے معیار اور ترقی کا پیمانہ سمجھا جانے لگا ہے، اخبارات کی رپورٹیں پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ فی زمانہ ناچنے گانے والے مردوں اور عورتوں کو بہت زیادہ مقبولیت مل رہی ہے، لوگ انہیں بہت زیادہ عزت کا مستحق سمجھتے ہیں اور پردہ پر طرح طرح کے کرتب اور رقص دکھانے والے مردوں کو اپنا آئیڈل خیال کرتے ہیں، ایسے ہی وہ عورتیں جو ناچتی گاتی ہیں انہیں بھی خوب پسند کیا جانے لگا ہے ،نئی نسل کے درمیان رقص وسرور کی بڑھتی مقبولیت کو دیکھ کر بعض چینلوں نے موٹی رقم کمانے کے لیے ناچ گانے کے شوق کو اور زیادہ فروغ دینا شروع کردیا ہے، اس کے لیے بعض چینل برابر ناچ گانے کے پروگرام منعقد کرکے نئی نسل کو ناچ گانے کی طرف مائل کرنے میں لگے ہوئے ہیں ،نتیجہ یہ کہ ہر طبقہ سے کتنے ہی لوگ سستی شہرت اور دولت حاصل کرنے کے لیے ناچ گانوں پر مشتمل ٹی وی پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

دوسری طرف گانے بجانے کا شوق بھی لوگوں میں بتدریج بڑھتا جارہا ہے، بعض لوگ ٹی وی پر گانے سنتے ہیں اور بعض لوگ ریڈیو پر گانے سنتے ہیں، گانوں کو مزید فروغ دینے کے لیے آج کل تو ایف ایم ریڈیو کا سیلاب آیا ہوا ہے، کروڑوں روپیوں کی سرمایہ کاری کرکے ایف ایم چینل بڑے اور چھوٹے شہروں میں کھولے جارہے ہیں، ایف ایم ریڈیو کے چینلوں پر عام طور سے جو گانے بجائے جاتے ہیں وہ فحش انداز کے ہوتے ہیں، گانے سننے کے شوق نے بہت سے لوگوں کو گانا گانے کی طرف بھی مائل کیا ہے، ٹی وی چینلوں نے اس کا بھی بھرپور فائدہ اٹھایا اور ٹی وی پروگراموں میں گانے والوں کو موقع دے کر ان کے شوق میں اتنا اضافہ کیا کہ کتنے ہی گانے والوں نے باقاعدہ اسے پروفیشن بنالیا، ایسا لگتا ہے کہ اگر یہی حال آگے رہا تو عریانیت وفحاشیت خطرناک حد تک بڑھ جائے گی ،جس میں انسانی قدروں کی بڑے پیمانہ پر پامالی ہونے کے امکانات وسیع ہوجائیں گے اور انتہائی بھیانک روپ میں اس کے نتائج ظاہر ہوں گے۔

ناچنا گانا چاہے ٹی وی پر ہو، یا ریڈیو پر، یا اسٹیج پروگراموں میں ہو، یا مختلف قسم کی تقریبوں میں، بہر حال انسانیت کے لیے نقصان دہ ہے، اس کا سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ اس سے بے حیائی کو فروغ ہوتا ہے اور انسانی وقار کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں، اسلام کے نزدیک انسان انتہائی احترام اور عزت کے لائق ہے، اس لیے اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے منصب کے مطابق زندگی گزارے اور کوئی بھی ایسی حرکت نہ کرے جو اس کے مقام کے خلاف ہو، بے حیائی انسان کے مقام

ومرتبہ کے خلاف ہے، اس لیے اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، اورانسان کو حیاء اختیار کرنے کے لیے کہا گیا ہے، حیا کے بارے میں یہاں تک فرمایا گیا ''الحیاء شعبۃ من الایمان''

رقص وموسیقی اسلام میں جائز نہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں آپ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سنی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور بار بار پوچھتے جاتے تھے کہ کیا آواز آتی ہے؟ اور جب کہا گیا کہ آواز آنا بند ہوگئی تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں کانوں سے نکال لیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ موسیقی یا گانا بجانا کتنا مذموم عمل ہے، رقص وموسیقی اسلام میں کتنی ناپسندیدہ چیز ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے، کہ جس جگہ موسیقی اور رقص عام ہوجاتا ہے، وہاں بعید نہیں کہ عذاب خداوندی نازل ہو جائے، مختلف احادیث سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے، حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہوجائیں گے، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نماز روزہ اور حج بھی ادا کریں گے، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر ان کا حال ایسا کیوں ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آلات موسیقی رقاصہ عورتوں اور طبلہ وسارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے اور شراب بھی پیا کریں گے، اس طرح وہ رات بھر مصروف رہا کریں گے اور صبح ہوگی تو بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہوچکے ہونگے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی تو ان پر تباہی نازل ہوگی، جب ان میں باہمی لعن طعن عام ہوجائے، مرد ریشمی لباس پہننے لگیں، جب لوگ گانے بجانے والی اور ناچنے والی عورتیں رکھنے لگیں، جب لذت ہم جنس پر کفایت کی جانے لگے (معاذ اللہ) غور کرنے کا مقام ہے کہ موسیقی اور رقص کا انجام کتنا بھیانک ہے؛ لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس زمانے میں یہی چیزیں اس قدر عام ہوچکی ہیں کہ مسلم معاشرہ بھی اس سے محفوظ نہیں ہے۔

بیاہ، شادیوں کے موقع پر گانا بجانا مسلم معاشرہ میں بھی ایک عام سی بات بن کر رہ گئی ہے، کہیں کہیں تو بیاہ شادیوں کے موقع پر ناچنے گانے کے بھی پروگراموں کا اہتمام کیا جاتا ہے، جن میں باہر سے ناچنے والی عورتوں کو بلایا جاتا ہے، مسلم معاشرہ میں آج جگہ جگہ یہ بات بھی دیکھی جاسکتی ہے، کہ بہت سے مسلمان ریڈیو پر گانے سنتے ہیں اور بہت سے ٹی وی پر گانوں کو سنتے ہیں اور ساتھ ہی رقص بھی دیکھتے ہیں، یقیناً یہ انتہائی محرومی کی بات ہے، اب تو موسیقی کا جادو یہاں تک پھیل گیا ہے کہ لوگ اپنے موبائل میں ایسی گھنٹیاں لگانے لگے ہیں کہ جن میں مشہور گانوں پر مبنی موسیقی ہوتی ہے، گاڑیوں میں بھی ایف ایم ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ گانے سننے کا رواج معاشرہ میں خوب پایا جاتا ہے، گویا اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کام کرتے ہوئے موسیقی اور گانوں کی آواز کانوں میں پڑتی رہتی ہے، مسلم معاشرہ کے لیے سب سے المناک صورت حال یہ ہے کہ ٹیلی ویژن پر ہونے والے رقص کے پروگراموں میں اب مسلم لڑکیاں بھی حصہ لیتی نظر آرہی ہیں اور بہت سی مسلم لڑکیوں میں ان مقابلوں کو جیتنے کا جذبہ سینہ میں کروٹیں لینے لگا ہے، جب کہ اسلام میں ناچنا گانا چاہے وہ عوامی اسٹیج پر ہو یا خاص اسٹیج پر، جائز نہیں۔

رقص وموسیقی کا انجام انتہائی خطرناک ہے، اس لیے اسلام نے ان چیزوں سے اپنے ماننے والوں کو روکا ہے، اور انہیں جائز قرار نہیں دیا ہے، نہ غم کے موقع پر، نہ خوشی کے موقع پر، نہ مقابلے میں حصہ لے کر اور نہ بغیر کسی مقابلے کے، ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اس معاملہ میں بیدار ہوں اور اپنے معاشرہ کو موسیقی اور رقص سے محفوظ رکھیں، نئی نسل کو ان مہلک چیزوں سے بچانے کے لیے پوری طرح سرگرم عمل ہوں اور ان کی ایسے خطوط پر تربیت کریں کہ وہ آگے چل کر ان چیزوں میں حصہ لینا تو دور کی بات انہیں دیکھنا یا سننا بھی پسند نہ کریں ﴿بقیہ......صفحہ ۲۱ پر﴾

جائزہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور علم تفسیر

مولانا عبدالرحمٰن ملّی ندوی ایڈیٹر ''النور'' جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا

مفسرین میں سب سے اول مفسر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، اس لیے کہ آپ ہی پر قرآن کا نزول ہوا اور تبیاناً للناس کی صفت سب سے پہلے آپ ہی کی ہے، ہر چند کی صحابہ کرام میں آپ کے فیض صحبت اور حسن تربیت سے یہ قابلیت بدرجہ اتم موجود تھی کہ امور کے غوامض اور مفاہیم کی دقت ریزیوں کو سمجھ اور سمجھا سکتے تھے؛ لیکن "الأذهان متفاوتة" کے اعتبار سے قابلیتیں مختلف اور گونا گوں تھیں۔

اس اعتبار سے مندرجہ ذیل صحابہ کرام اس فن کے ائمہ تصور کئے جاتے تھے:

۱-خلفائے اربعہ ۵-عبداللہ ابن مسعود ۶-عبداللہ ابن عباس

۷-اُبی بن کعب ۸-زید بن ثابت ۹-عبداللہ ابن زبیر

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو اس فن کے امام تھے، ہر چند کہ صحابہ کرام مروجہ علوم تفسیر سے آج کے اعتبار سے واقف نہ تھے؛ لیکن پھر بھی ان حضرات کے سینے ان علوم کے حقائق ومعارف سے خالی نہ تھے، منقولات اور زبان دانی کے اعتبار سے جس قدر علوم ہیں ان سب کا خزانہ ان کے سینوں میں محفوظ تھا، پھر انہی سینوں سے نکل کر کتابوں میں منتقل ہوا، نہ کہ کتابوں سے ان کے سینوں میں جمع ہوا۔

مذکورہ بالا مفسرین کی تفسیر کا ذخیرہ بھی احادیث وفقہ وکلام کے ذخائر کی طرح ان کے سینوں میں بترتیب جمع تھا لکھا نہ گیا تھا، نہ کوئی باقاعدہ کتاب بنی تھی، بعض لوگوں کا گمان ہے کہ ایسے علوم کی حضرت علیؓ کے پاس کتاب تھی جو متوارث ہوکر امام زین العابدین اور ان کی اولاد اطہار تک پہنچتی رہی جس میں آئندہ آنے والے واقعات پر مطلع ہونے کا علم تھا؛ لیکن اس روایت کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ حضرت علی اور بعض ائمہ اطہار کے اقوال سے تو اس کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

ان کے پاس کتاب الٰہی ہی وہ کتاب تھی جس سے وہ اپنے فہم وادراک اور خداداد صلاحیت سے سب علوم پیدا کر لیتے تھے، آئندہ سطور میں ہم حضرت علیؓ کے مختصر موضوع سے متعلق حالات قلم بند کر دیتے ہیں:

حضرت علی کاتفقه علمی:

صاحب ''التفسیر والمفسرون'' ڈاکٹر محمد حسین الذہبی آپ کے متعلق رقم طراز ہیں:

''آپ کی کنیت ابوالحسن نام علی ابن ابی طالب، آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے اور داماد بھی، آپ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں، آپ کے والد اور والدہ دونوں ہاشمی تھے، آپ خلفائے راشدین کی فہرست میں چوتھے نمبر پر تھے اور بنی ہاشم میں سے اولین خلیفہ تھے، نوجوانوں میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، آپ نے تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں اپنی شہسواری کے جوہر دکھا کر کارہائے نمایاں انجام دیئے، غزوہ تبوک کے موقع پر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ منورہ میں اہل وعیال کی حفاظت کے لیے چھوڑا تھا، اکثر غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اسلامی لشکر کا علم بھی عنایت فرمایا تھا، غزوہ خیبر کے موقع پر تو آپ نے صاف فرمایا تھا کہ "لاعطين الرأية رجلاً يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله "

پھر آپ نے جھنڈا حضرت علی کو دیا تھا۔(التفسیر والمفسر ون جلدا صفحہ ۸۸)

فتح مکہ کے بعد اور غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد سن نو ہجری میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پے در پے وفود آنے لگے، اور حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے، انہی میں یمن کا بھی وفد تھا، جو یہ رجز یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ ؎

غدا نلقى الأحبة لحداً و حزبه

کل ہم دوستوں سے ملیں گے، محمد اوران کے گروہ سے ملیں گے۔ (الفاظ کی ترمیم کے ساتھ ''المرتضیٰ'' صفحہ ۵۸)

اہل یمن کی فرمائش پر آپ نے حضرت خالد بن ولید کو روانہ کیا کہ وہ یمنیوں کو اسلام کی دعوت دیں، حضرت خالد بن ولید کی جماعت وہاں چھ ماہ مقیم رہی، مگر اہل یمن نے حضرت خالدؓ کی دعوت قبول نہیں کی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو روانہ کیا، جانے سے پہلے حضرت علی نے فرمایا کہ "یارسول اللّٰہ تبعثنی الی الیمن ویسألون عن القضاء ولاعلم لی به، قال ادن فدنوت، فضرب بیده علی صدری، ثم قال اللّٰهم ثبت لسانه واهدقلبه "۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ صفحہ ۲۲ جلد ۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اے اللہ کے نبی آپ مجھے یمن کی جانب قاضی بنا کر روانہ فرما رہے ہیں، اگر وہ لوگ مجھ سے اپنے معاملات کے بارے میں دریافت کریں تو میں کیا کروں، مجھے تو اس میں جانکاری نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہو جاؤ، میں جب قریب ہوا تو آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا پھر آپ نے فرمایا کہ خدا اس کی زبان کھولدے اور اس کے دل کی رہنمائی فرما۔

اسی طرح ایک اور روایت حضرت علی کے علمی کمال کی ہے، حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "انا مدینة العلم وعلی بابها، فمن اراد العلم فلیات بابه"(اسد الغابۃ صفحہ ۲۲ رجلد ۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے قبیلہ ہمدان جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پڑھ کر سنایا تو اس پر پورا قبیلہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔(المرتضیٰ صفحہ ۸۶)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان مواخاۃ فرمائی تو حضرت علی نے فرمایا "یارسول اللّٰہ اخیت بین اصحابك ولم تواخ بینی وبین احد" آپ نے صحابہ کے درمیان بھائی چارگی کرائی؛ لیکن میں تو یوں ہی رہ گیا تو آپ نے فرمایا کہ "انت اخی فی الدنیا والآخرة " تم تو دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔(اسد الغابۃ صفحہ ۲۹ رجلد ۴)

آپ علمی شہ پاروں کے بحر ذخار تھے، قول فیصل کے داعی، زور بیان قوت استنباط بلا کی تھی، فصاحت و بلاغت اور شعر وخطابت میں عدیم المثال تھے، دور بینی و دوررسی آپ کا امتیازی وصف تھا، آپ کی قوت ادراک اور فیصلہ کن بات عرب میں ضرب المثل کے حد تک مشہور تھی، اگر کوئی معاملہ درپیش ہوتا اور اس وقت آپ وہاں نہ ہوتے تو عرب کہتے کہ "قضية ولا أبا حسن لها "کہ پیچیدہ معاملہ ہے اور حضرت ابوالحسن علی موجود نہیں ہیں، آپ کی پرداخت نبوت کے گھرانہ میں ہوئی تھی، اس لیے علوم و معارف آپ کی گھٹی میں پڑے تھے، سینہ علوم وفنون کا مخزن تھا، علقمہ حضرت ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے "كنا نتحدث أن اقضى أهل المدينة على بن ابى طالب " کہ مدینہ کے سب سے بڑے قاضی حضرت علیؓ ہیں، سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ " اذا ثبت لنا الشی عن علی لم نعدل عنه الی غیره " جب ہم کو حضرت علی سے کوئی بات مل جاتی تو پھر ہم دوسری طرف رجوع نہیں کرتے۔(اسد الغابۃ صفحہ ۱۴۰ رجلد ۴)

حضرت علیؓ کا تفسیری مقام:

بہترین قاضی و مفتی ہونے کے ساتھ حضرت علیؓ قرآن کریم کے اسرار و رموز وحقائق کے بھی عظیم ترین عالم تھے، حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''میں نے تفسیر قرآن سے متعلق جو کچھ بھی سیکھا وہ

حضرت علیؓ سے سیکھا'' حضرت علیؓ سے تفسیری روایات بیان کرنے والوں میں اجلہ صحابہ کرام کی ایک لمبی فہرست ہے، انہی میں حضرت ابن عباس بھی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس نے حضرت علی سے سیکھا ہے۔

حضرت ابوالطفیل فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت علیؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا ہے، آپ نے فرمایا"سلونی فواللہ لاتسألونی عن شئ الا اخبرتکم به ، و سلونی لمن کتاب اللہ فواللہ مامن آية الا و انا اعلم ! أبليل نزلت ام بنهار؟ ام فی سهل أم فی جبل ؟ " ۔(التفسیر والمفسر ون جلد ا رصفحہ ۹۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو، خدا کی قسم تم جو بات بھی پوچھو گے میں وہی تمہیں بتاؤں گا، بخدا کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو، کہ وہ دن کو اتری ہے یا رات کو، میدان میں اتری یا پہاڑ پر۔

ہر چند کہ حضرت علی کی فقاہت اور کمال علمی پر مصنفین اور سیرت نگاروں نے صفحات کے صفحات بھر دیئے ہیں، ہمارا مقصد کسی شخصیت سے متعلق صرف اوراق کو سیاہ کرنا نہیں ہے ؛ بلکہ موضوع سے متعلق ضروری باتیں ثبت کرنا ہے۔

حضرت علیؓ سے بے شمار تفسیری اقوال منقول ہیں ؛ لیکن یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ حضرت علیؓ سے جو تفسیری روایات وارد ہیں ان میں صحیحہ کی نسبت موضوع روایات زیادہ ہیں، اس کی بڑی وجہ روافض (غالی شیعہ) کا وجود ہے، جنھوں نے حب علیؓ کے زعم میں یہ اقوال گھڑ کران کی طرف منسوب کردیئے، حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا دامن اس سے پاک ہے، روافض نے یہ کام اپنے مذہب کی ترویج وتشہیر کے لیے کیا ہے، جیسا کہ ڈاکٹر محمد حسین الذہبی ''التفسیر والمفسر ون'' میں رقمطراز ہیں:

"يرجع ذلك الى غلاة الشيعة الذين اسرفوا فی حبه فاختلطوا عليه ماهو بری منه اما ترويجاً لمذهبهم و تدعيماً له"۔(صفحہ ۹۰ رجلد ا)

حضرت علیؓ کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ "لو شئت أن أوفر سبعين بعيراً من تفسيرام القرآن لفعلت" کہ اگر میں چاہوں کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کا بار تیار کروں تو ایسا کرسکتا ہوں، یہ قول بالکل بے اصل ہے اور دفتر رفض کے علاوہ یہ قول کہیں مل بھی نہیں سکتا۔

حق بات یہ ہے کہ کثرت وضع نے حضرت علیؓ کے علم وفضل کے کثیر حصہ کو رائیگاں کردیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ محدثین نے حضرت علی سے منقول انہی روایات پر اعتقاد کیا ہے جو اہل بیت سے مروی ہوں، یا حضرت ابن مسعود کے اصحاب وتلامذہ مثلاً عبیدہ، سلمانی، وشریح وغیرہ سے۔

اخیر میں اخذ روایت کے صحیح طرق ذکر کرتے ہیں کہ جن کو صاحب ''مقدمہ ابن صلاح'' نے صفحہ ۹ ر پر اور صاحب ''التفسیر والمفسر ون'' نے صفحہ ۹۱ ر پر ذکر کیا ہے۔

۱- بطریق ابن ہشام : از محمد بن سیرین از عبیدہ سلمانی از علی، امام بخاری اس سند سے روایت کرتے ہیں۔

۲- از ابن الحسین از ابوالطفیل از علی یہ سند بھی صحیح ہے، محدث ابن عیینہ اپنی تفسیر میں اسی سند سے روایت کرتے ہیں۔

۳- بطریق زہری از علی زین العابدین از حسین بن علی از علی، یہ سند بہت ہی صحیح ہے، بعض محدثین نے اس کو اصح الاسانید قرار دیا ہے؛ لیکن یہ سند زیادہ مشہور نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کذابون اور جھوٹے راویوں نے بہت سی باتیں حضرت زین العابدین کی جانب منسوب کردی ہیں، اس اعتبار سے اس سند کو بے اعتمادی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

Files\A027.tif not found.

مکتوبات اکابر

مکتوبات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ ایک نیاز مند کے نام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے بارے میں ہلکی پھلکی معلومات مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کے زمانہ طالب علمی میں ہوئی تھی، مگر جب ۱۴۱۴ھ کے رمضان المبارک میں قرآن شریف سنانے کے لیے سورت میں فضل الحق ونورالحق ملانجی پرنٹس پرائیویٹ لمیٹیڈ نوساری روڈ سچن میں جانا ہوا، تو وہاں سے ایک روز تراویح کے بعد حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ سے ملاقات کے لیے راندیر جانے کا پروگرام بنایا، چنانچہ ہم لوگ راندیر پہنچے، حضرت مفتی صاحب سے ملاقات راندیر کی جامع مسجد میں ہوئی، تراویح کے بعد حضرت مفتی صاحب نے کچھ بیان فرمایا، مضمون تو اس وقت ذہن میں نہیں، مگر کچھ یہ یاد پڑتا ہے کہ بعض باتیں شاید تجوید کے متعلق بیان فرمائیں تھیں، اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کی قیام گاہ پر گئے، وہاں مفتی صاحب نے ضیافت بھی فرمائی اور چلتے وقت اپنے فتاوی کی بعض آخری جلدیں بھی مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کے کتب خانہ کے لیے عنایت کیں اور بعض رسائل و پمفلٹ اس نامہ سیاہ راقم سطور کو دئے غرضیکہ حضرت مفتی صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے، جس سے حضرت کی عظمت اور قدر ذہن میں دوبالا ہوگئی، عید کے بعد جب راقم نے مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی میں داخلہ لیا، تو بہت سے بزرگوں کو خطوط لکھے، حضرت مفتی صاحب کو بھی ایک خط لکھا، جس میں اپنے رائے بریلی میں داخلہ کی اطلاع دی اور اپنی تعلیم کے مکمل ہونے، راستے کی پریشانیوں سے محفوظ ہونے اور بہترین عالم دین بننے کے لیے دعا کی درخواست کی، جس پر حضرت مفتی صاحب کا یہ گرامی نامہ موصول ہوا۔

۱- باسمہ تعالی

مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، خوشی ہوئی آپ طلب علم میں لگ گئے ہیں، تکمیل تک پہونچائیں، ناقص نہ چھوڑ دیں، میں دل سے دعا کرتا ہوں اللہ پاک آپ کو عالم باعمل اور دین کا مخلص خادم بنائے اور آپ سے اور ہم سب سے اللہ پاک راضی ہو جائیں، دعا کرتے رہیں طبیعت تو پہلے سے بہتر ہے، دعاؤں سے تعاون فرمائیں، عتیق خیریت سے ہے۔ فقط والسلام

(بحکم حضرت مفتی) عبدالرحیم (صاحب) لاجپوریؒ

منشی اسٹریٹ راندیر ضلع سورت گجرات

اس کے بعد ۱۴۱۵ھ کے رمضان میں جب اپنے شیخ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے حالات زندگی لکھنے میں مشغول تھا، اور معاصرین کے باب میں بعض بزرگوں کے حالات کی ضرورت پڑی، تو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں اس غرض کے لیے خط لکھا کہ حضرت والا بھی اپنے حالات ارسال فرمائیں تاکہ کتاب کا جز بنایا جا سکے، جس پر حضرت مفتی صاحب کے حکم سے آپ کے ایک خادم نے یہ جواب تحریر کیا۔

۲- باسمہ

محترم المقام مولانا محمد مسعود صاحب دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! گرامی نامہ ملا تھا جواب میں تاخیر ہوئی۔

عرض ہے کہ حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ صاحب فتاوی رحیمیہ کے حالات مرتب کئے جارہے ہیں، انشاء اللہ جلد آپ کو ارسال کردئے جائیں گے۔

بعدہ عرض ہے کہ ۲؍ذیقعدہ کی رات کو حضرت مفتی صاحب گھر میں گر گئے جس کی وجہ سے سیدھے پاؤں کی ہڈی اوپر سے ٹوٹ گئی ہے مفتی صاحب، صاحب فراش ہیں دعا فرماویں، اللہ پاک شفائے کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرمائیں۔ فقط والسلام

بحکم حضرت مفتی صاحب مدظلہ

۲۷؍ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ

اس کے بعد غالباً حضرت مفتی صاحب کو کئی خطوط لکھے، مگر نامہ سیاہ کے کاغذات میں حضرت کے دو ہی جواب محفوظ تھے، جو بزرگوں کی طرف سے اپنے حق میں دعاؤں کا تحفہ سمجھ کر نقل کردیئے گئے ہیں، اللہ تعالی اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنی رضا کے ساتھ ایمان کامل پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

حضرت مفتی صاحب کی پیدائش ۳؍دسمبر ۱۹۰۲ء کی ہے، انہوں نے اپنی زندگی جہد مسلسل اور عمل پیہم اور یقین محکم کی جیتی جاگتی تصویر کے طور پر گزاری، انہوں نے بہت سے رسائل بھی تصنیف کئے، آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ''فتاوی رحیمیہ'' ہے، جو فقہ حنفی میں ایک بہترین شاہکار ہے، جس سے برصغیر ہندو پاک کا کوئی مفتی وعالم مستغنی نہیں ہے، حضرت مفتی صاحب کے فتاوی کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر سوال کا جواب بڑا مدلل، مفصل اور تشفی بخش تحریر کرتے ہیں، جو مستقل ایک رسالہ کی شکل اختیار کرجاتا ہے، اس خصوصیت کی بنا پر فتاوی رحیمیہ اپنے معاصر فتاوی میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے، حضرت مفتی صاحب کی زندگی تقریباً ایک صدی پر محیط ہے، وہ پوری زندگی علمی اور تحقیقی کاموں میں مشغول رہے، یہاں تک کہ وہ ۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ ۱۸؍نومبر ۲۰۰۱ء بروز اتوار کو اپنے رب کے حضور چلے گئے، اور ملت ایک بہترین فقیہ ومفتی سے محروم ہوگئی، اللہ تعالی حضرت مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے، اور اس سیہ کار کو بھی اپنی رضا کا پروانہ دے کر اپنے مقرب بندوں کے ساتھ حشر فرمائے۔

//////☆☆☆///////

سسرال والے مردوں سے پردہ کی سخت تاکید

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو، ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عورت کے سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں جو سب سے زیادہ قابل توجہ چیز ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ، دیور، نندوئی اور سسرال کے دوسرے مردوں سے گہرا پردہ کرے، یوں تو ہر نامحرم سے پردہ کرنا لازم ہے؛ لیکن جیٹھ، دیور اور ان جیسے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اس طرح بچنا ضروری ہے، جیسے موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلہن کی منہ دکھائی کا جو دستور ہے کہ کنبہ کے سارے مرد منہ دیکھتے ہیں، یہ ہرگز جائز نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ سوم صفحہ ۷۵)

بعض مرتبہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے بڑے بھائی سے اپنے شوہر کے کہنے پر پردہ کرتی ہے، لیکن اس کی والدہ اس لڑکے کو کہتی ہے کہ تو اپنی بیوی سے اپنے بڑے بھائی سے پردہ مت کرا، ورنہ تجھ سے ناراض ہوجاؤنگی، تو اس صورت میں والدہ کا ناراض ہونا اس کے حق میں قیامت کے دن مضر نہ ہوگا، کیونکہ حدیث میں شوہر کے بھائی کو عورت کے لیے موت سے تعبیر فرمایا ہے۔

(ماخوذ: اسلام میں پردہ کی اہمیت، مؤلفہ سارہ عزیزی)

اقبالیات

ہے تمہیں موت کا ڈر، اس کو خدا کا ڈر تھا

محمد بدیع الزماں ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، پھلواری شریف، پٹنہ

’’بانگ درا‘‘ میں ’’شکوہ‘‘ اور ’’جواب شکوہ‘‘ اقبال کی دوطویل طنزیہ نظمیں ہیں، نظم ’’شکوہ‘‘ میں اقبال نے خدا کے حضور شکایات کا ایک دفتر پیش کر دیا، جس کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں نے تیری خاطر، تیرے دین کی خاطر اور تیری توحید کو سربلند رکھنے کی خاطر جانی اور مالی قربانیاں دیں، مگر آج ان کے صلہ میں تو نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو ذلت وخواری سے دوچار کر رکھا ہے، اور ساری دنیا میں وہ اپنے کو مجبور ومقہور پاتے ہیں، نظم ’’شکوہ‘‘ کے سولہویں بند میں اقبال نے اس لیے خدا سے سوال کیا ؎

اب وہ الطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں
بات کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں

اس نظم کو اقبال نے دوسرے ہی بند میں اس شعر سے شروع کیا ہے،

اے خدا شکوۂ ارباب وفا بھی سن لے
خوگر حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سن لے

اقبال نے نظم ’’شکوہ‘‘ انجمن حمایت اسلام‘‘ لاہور کے سالانہ جلسہ میں سنائی تھی، جو اپریل ۱۹۰۹ء میں منعقد ہوا تھا، اقبال یورپ میں اعلی تعلیم حاصل کرنے کے سلسلہ میں تین سال (جولائی ۱۹۰۵ تا جولائی ۱۹۰۸ء) کے بعد لوٹے، ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا تھا اور ان کی عمر اس وقت تیس سال تھی، اس نظم میں اکتیس بند ہیں اور ہر بند میں تین اشعار ہیں، اس نظم میں خدا سے انداز تخاطب پر علمائے دین نے اقبال پر بڑی کڑی تنقیدیں کیں اور کفر کا فتوی تک صادر کیا جانے لگا، غرضیکہ جب اقبال کے سر سے پانی بہت اونچا ہونے لگا تو انہوں نے نظم ’’جواب شکوہ‘‘ لکھ کر مسلمانوں کے سامنے ایک قد آدم آئینہ رکھ دیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ ؎

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغاں بھی ہوں
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلماں بھی ہو

(بانگ درا ’’جواب شکوہ‘‘ سترھواں بند)

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے؟

(’’جواب شکوہ‘‘ بیسواں بند)

نظم ’’جواب شکوہ‘‘ میں چھتیس بند ہیں اور ہر بند میں تین اشعار ہیں، اس نظم میں اقبال نے خدا کی طرف سے ان ساری شکایات کا جواب دیا ہے جو ’’شکوہ‘‘ میں ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ مسلمان دین سے پھر گئے اور ان کا ایمان واعتقاد خدا اور اس کے رسول پر ایمان اور آخرت پر یقین سے اٹھ گیا اس لیے خدا نے مسلمانوں کی قسمت میں ذلت وخواری لکھ دی اس لیے کہ خدا کی سنت یہ ہے کہ ’’اے نبی کہو اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے‘‘۔ (الرعد ۲۷)

’’اے نبی لوگوں سے کہو: میرے رب کو تمہاری کیا حاجت پڑی ہے اگر تم اس کو نہ پکارو، اب کہ تم نے جھٹلایا، عنقریب وہ سزا پاؤ گے، کہ جان چھڑانی محال ہوگی‘‘ (العنکبوت، ۶۹)

اللہ جسے چاہتا ہے اپنا لیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ (الشوری ۱۳)

اقبال نے نظم ''جواب شکوہ'' ۱۹۱۳ء میں لکھی اور لاہور کے موچی دروازہ کے باہر اس جلسہ میں سنائی جو مولانا ظفر علی خان کے زیر اہتمام جنگ بلقان (۱۹۱۱-۱۹۱۳ء) کے سلسلہ میں منعقد ہوا تھا، تا کہ ترکوں کے لیے چندہ جمع کیا جائے، نظم کے اختتام پر اس نظم کی ہزاروں کاپیاں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئیں اور وہ تمام رقم بلقان فنڈ میں دے دی گئی۔

اقبال نے اگر نظم ''شکوہ'' میں شکایات کی کہ ''اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں'' تو جواب شکوہ میں جہاں اقبال نے مختلف طریقوں سے اس نظم کے ۱۰۸ اشعار میں خدا کی طرف سے شکایات کا جواب دلوایا وہاں ایک جواب اس نظم کے انتیسویں بند میں یہ دیا گیا کہ اگر اسلاف پر ہمارے الطاف اور ہماری عنایات تھیں تو اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ

جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا
ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

اور ایک وجہ یہ بھی اس نظم کے انتیسویں بند میں بتائی کہ

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

اوپر پہلے شعر میں اقبال کی مراد یہ نکتہ ذہن نشیں کرانا ہے کہ اگر اسلاف پر خدا کی عنایتیں اور فضیلتیں تھیں تو اس وجہ سے کہ وہ قرآنی معنوں میں ''مسلم'' تھے، وہ موت کے ڈر پر خدا کے ڈر کو اس لیے ترجیح دیتے تھے کہ ایک تو تسلیم ورضا کا یہی تقاضہ اور دوسرے ان کا خدا کے اس ارشاد پر ایمان تھا کہ:

اے نبی کہو! ''میرے رب نے یقیناً مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں، ابراہیم کا طریقہ جس کو یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا''۔ کہو'' میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں ''وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ''(الانعام ۱۶۱ تا ۱۶۳)

اقبال نے ''موت کا ڈر'' کہہ کر حیات وموت کے قرآنی نکتوں کو ذہن نشیں کرایا ہے، جس کی رو سے حیات عمل کا وقت ہے اور موت آتے ہی عمل کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، اس لیے انسان کو جو بھی وقت حیات کا ملا ہے وہ اعمال صالحہ کے لیے ملا ہے۔

اقبال نے '' ہے تمہیں موت کا ڈر'' کہہ کر بلا واسطہ مندرجہ ذیل آیات کی طرف دھیان مبذول کرایا ہے، فرمایا گیا ہے۔

''آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے، کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے، اور جنت میں داخل کر دیا جائے، رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے'' (آل عمران ۱۸۵)

''ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹ کر لائے جاؤ گے''۔(العنکبوت ۵۷)

اقبال زیر تجزیہ شعر میں جب کہتے ہیں کہ اسلاف کو موت کے ڈر کے بدلے خدا کا ڈر تھا تو وہ بلا واسطہ درج ذیل آیات کی طرف بھی توجہ مبذول کراتے ہیں فرمایا گیا ہے۔

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو'' ۔(آل عمران ۱۰۲)

''جو شخص اللہ سے ڈرے اس کے معاملے میں وہ سہولت پیدا کر دیتا ہے''۔(الطلاق ۴)

''جو لوگ بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں، یقیناً ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے''۔(الملک ۱۲)

نظم ''جواب شکوہ'' کے زیر تجزیہ شعر پر اس مختصر سی گفتگو سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر اسلاف پر خدا کی عنایات اور فضیلتیں تھیں تو صرف اس لیے جیسا کہ سورۃ آل عمران کی مندرجہ بالا آیت ۱۰۲ میں ان لوگوں سے فرمایا گیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں کہ ''تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو'' اور ''مسلم قرآنی معنوں میں اسے کہتے ہیں جو خدا کے آگے سر اطاعت خم کر دے، خدا ہی کو اپنا مالک، آقا، حاکم اور معبود مان

لے، جواپنے آپ کو بالکلیہ خدا کے سپرد کردے، اور اس ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرے جو خدا کی طرف لے آئی ہے، اس لیے اقبال نے اسلاف پر خدا کی عنایات اور الطاف کی وجہ نظم ''جواب شکوہ'' کے بیسویں بند میں یہ بھی بتائی ہے کہ ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اقبال جب مسلمانوں کی بے حسی، بے عملی اور ضعیف الاعتقادی سے نالاں ہوگئے تو اپنی زندگی کے آخری سالوں میں یہاں تک کہہ ڈالا کہ ایسے مسلمان صرف مسلمان بن کر ہی موت سے نہیں ڈرتے بلکہ کفر کی حالت میں بھی مرنے پر انہیں ڈر لگتا ہے، چنانچہ ضرب کلیم کی نظم ''جہاد'' میں کہتے ہیں ؎

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر

/////☆☆☆☆////

﴿بقیہ صفحہ ۱۳ ر کا﴾ تمام انسانوں بالخصوص مسلمانوں کو ان واقعات سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو دنیا بھر میں رونما ہو رہے ہیں اور جن کی زد میں آ کر کتنے ہی لوگ جاں بحق ہو رہے ہیں، اور مختلف پریشانیوں اور الجھنوں کا سامنا کر رہے ہیں، پچھلے دنوں زلزلے آئے، سیلاب آئے، امراض پھیلے، اور بہت سے لوگ آناً فاناً موت کی آغوش میں چلے گئے، آخر دنیا میں اتنی تیزی کے ساتھ بہت بڑے بڑے حادثات کیوں رونما ہو رہے ہیں؟ کیا متعدد حادثات کے اسباب انسانوں کے بداعمال نہیں ہوسکتے؟ غور کرنا چاہئے کہ موسیقی اور رقص وسرور کی محفل آرائیاں بھی عذاب خداوندی کے نازل ہونے کا سبب بن سکتی ہیں، اگر موسیقی اور رقص کے بڑھتے سیلاب کو فوری طور سے نہ روکا گیا تو اس کے نتائج اور زیادہ خطرناک ہوسکتے ہیں۔

////☆☆☆☆/////

﴿بقیہ......صفحہ ۱۱ ر کا﴾ جس نے ابن رشد القرطبی کی طب پر کتاب الکلیات فی الطب کا ترجمہ 1255ء میں کیا، پاراویشس (Paravcious) نے وینس کے شہر میں ابن زہر اندلسی کی کتاب التیسیر کا ترجمہ 1290ء میں لاطینی میں کیا۔

فراج بن سالم سسلی کے شہر جرجینٹی (Girgenti) کا رہنے والا تھا جس نے 1279ء میں محمد ابن زکریا الرازی کے طب پر انسائیکلو پیڈیا کتاب الحوی کا عبرانی میں ترجمہ کیا، یہ ترجمہ سسلی کے بادشاہ چارلس آف انجو (Charles of Anjou 1220-85) کی سرپرستی میں کیا گیا، اٹلی کے عالم فیراری ڈا گریڈو (Ferrari da Grado) جو اسلامی علوم سے گہری واقفیت رکھتا تھا اس نے کتاب الحوی کے بعض حصوں کی شرح لکھی، الرازی کی کتاب یورپ میں طب پر شائع ہونے والی پہلی کتاب تھی۔

صحت کی کامیابی کا راز

- کوئی دولت، صحت جسمانی سے اور کوئی نعمت استغناء سے بڑھ کر نہیں ہے۔ (حضرت لقمانؑ)
- دوپہر کا کھانا کھا کر تھوڑا سا قیلولہ کرلیا کرو۔ (حارث بن کلدہ طبیب عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)
- رات کا کھانا کھا کر چند قدم ٹہل لیا کرو۔ (حارث بن کلدہ طبیب عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)
- دوا سے بچو جب تک صحت رہے، دوا کرو اس سے قبل کہ بیماری جڑ پکڑے۔ (رشید الدین علی بن خلیفہ)
- پہلی غذا ہضم ہونے سے پہلے دوسری غذا کھانے سے ڈرتے رہو۔ (سقراط)
- حقیقی تونگری بدن کی صحت ہے۔ (سقراط)
- جب تک بھوک بیتاب نہ کردے اس وقت تک کھانا نہ شروع کرو۔ (بقراط)
- ایسی چیز نہ کھاؤ جسے تمہارے دانت نہ چبا سکیں؛ کیونکہ تمہارا معدہ بھی اسے نہ پیس سکے گا۔ (طبیب حجاج بن یوسف)

تجزیہ

دینی مدارس میں حب الوطنی کا درس دیا جاتا ہے دہشت گردی کا نہیں

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد

دینی مدارس جوامت مسلمہ کا قیمتی ورثہ ہیں آج زبردست آزمائش سے دوچار ہیں، ہرطرف سے ان کو تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے، دینی مدارس کی کارگزاری پرطرح طرح کے سوال اٹھائے جارہے ہیں ؛ حالانکہ یہ مدارس وہ ہیں جنھوں نے ظلمت کے اندھیروں کو روشنی بخشی ، جنھوں نے گمراہ انسانیت کو ہدایت کا راستہ دکھایا، جنھوں نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو سنوارااور آپسی رنجش وچپقلش کو دور کرکے امن وامان کا بیج بویا، مگر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ دینی مدارس صرف دینی تعلیم ہی کے لیے مخصوص ہیں، ان سے ملک کی تعمیر وترقی ناممکن ہے، تو میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دینی مدارس تعلیم وتعلم اور درس وتدریس کے لیے مخصوص تو ہیں؛ لیکن کیا حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے درس وتدریس کے علاوہ اسلام کی صیانت وحفاظت اور ملک کی آزادی وسالمیت کے لیے جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہیں لیا؟ کیا وہ رات کے عابد اور دن کے سپاہی نہیں تھے؟ کیا انھوں نے اسلام کی ترویج واشاعت اور ملک کی بقاء وتحفظ کے لیے اسفار نہیں کیے؟......
ان لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ انہیں دینی مدارس کے سپوت ہیں، جو ایک طرف دینی مدارس کے روح رواں تھے، تو دوسری طرف ملک کی سالمیت کے لیے میدان کارزار کے مرد مجاہد تھے، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے جب دیکھا کہ ہندوستان کی صورت حال بد تر سے بدتر ہوتی جارہی ہے، ملک کا امن وسکون چھینا جارہا ہے اور فرنگی فسطائی طاقتیں یہاں کی شادابی کو مکدر اور فضاء کو مسموم کرنے کے درپے ہیں، تو خانقاہ سے نکل کر میدان میں آگئے اور پورے کارواں کی قیادت وسیادت فرمائی۔

بابائے قوم گاندھی جی کی مثالی زندگی اور ان کے بتائے ہوئے طور طریقے اور ان کے رہنما خطوط بلاشبہ پورے ہندوستانیوں کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں؛ کیونکہ ملک کا ہر طبقہ گاندھی جی کا نام لینے میں جذباتی حد تک فخر محسوس کرتا ہے؛ لیکن انھوں نے سادہ زندگی اور بلند خیالی کا جو تصور چھپن سال قبل پیش کیا تھا، وہ آج دینی مدارس کے علاوہ کہیں بھی زندہ نہیں ہے، سیاسی میدان ہو، یا ثقافتی، یا تمدنی، کسی بھی شعبہ میں، ملک کے کسی طبقہ نے گاندھی جی کی اس فکر کو پروان نہیں چڑھنے دیا، یہ خصوصیت صرف مدارس اسلامیہ ہی کو حاصل ہے کہ آج ان کے فضلاء اپنی زندگی میں سادگی اور افکار وخیالات میں بلندی وپاکیزگی پیدا کرکے بابائے قوم کی فکر کو زندگی بخشے ہوئے ہیں؛ لیکن بعض لوگ یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ دینی مدارس کے طلبہ شدت پسند اور دہشت گرد ہیں، آئی ایس آئی کے ایجنٹ ہیں، ان کے اندر حب الوطنی کا جذبہ نہیں ہے، وہ ہندوستان کا کھاتے ہیں اور پاکستان کا گاتے ہیں، وہ بنگلا دیشی فقیر ہیں جو غربت وافلاس سے عاجز ہوکر ہندوستان میں آکر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ مذہبی انتہا پسندی کی تعلیم لینے کے بعد عوام میں مذہبی تشدد کو فروغ دیتے ہیں، وہ قوم ووطن کے غدار ہیں، ان سے

ملک کی سالمیت کو خطرہ ہے، فرزندان مدارس کے تئیں یہ وہ فاسد تصورات ہیں، جو کسی عام آدمی کے ذہن کی اختراع نہیں؛ بلکہ رہبران قوم کی پراگندہ خیالی کا ایک عکس ہے، جو یہ نہیں جانتے کہ قومیت کیا چیز ہے؟ اور قومیت کن عناصر کے مجموعہ کا نام ہے؟ اور کس طرح سے قومی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے؟ لیکن پھر بھی دینی مدارس اپنے اوپر لگائے گئے نت نئے الزامات کے باوجود حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہوکر کل بھی قومی مقاصد کی تکمیل میں اہم کردار ادا کررہے تھے اور آج بھی کررہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ان شاء اللہ

دینی مدارس کے حوالے سے میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ دینی مدارس آپسی بھائی چارہ اور پیار ومحبت کی تعلیم تو دے سکتے ہیں مگر نفرت، دشمنی، بغض وعناد اور دہشت گردی کی تعلیم تو درکنار کبھی اس کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کرسکتے؛ کیونکہ مدارس کا اپنا ایک مزاج، اپنی ایک خصوصیت، اپنا ایک تشخص اور اپنا ایک طریقہ کار ہے، یہ اکابر کا تیار کردہ ایسا ٹھوس لائحہ عمل ہے کہ جس کے ذریعہ ہندوستانی عوام کے اندر حصول آزادی کا جوش وجذبہ پیدا کیا گیا،اسی لیے ان کے یہاں مال ومتاع، دولت وثروت، جاہ ومنصب کی کوئی اہمیت نہیں تھی؛ بلکہ صرف اور صرف ملک میں امن وسکون قائم کرنا اور ایک دوسرے کے دلوں میں الفت ومحبت کی تخم ریزی کرنی تھی، چنانچہ ان ہی دینی مدارس کی کوکھ سے جنم لینے والے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ،حضرت مولانا حسرت موہانیؒ،حضرت مولانا مظہر الحقؒ، حضرت مولانا جعفر تھانیسریؒ،حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اور حضرت مولانا محمد علی جوہر وغیرہم وطن کے ایسے جیالے ہیں جنھوں نے ہمیشہ حب الوطنی کا پیغام دیا۔

غرضیکہ یہی وہ دینی مدارس ہیں جہاں سے آزادی کا صور پھونکا گیا جہاں سے سرفروشی کی شمعیں روشن ہوئیں، جہاں سے آزادی کا گیت گایا گیا، جہاں سے غیرت وحمیت کا درس دیا گیا، یہ مدارس جہاں سے امن وامان کا پیغام ملتا ہے، یہ مدارس جہاں سے اخوت وہمدردی، مساوات ویکجہتی کی تعلیم دی جاتی ہے، یہ مدارس جہاں سے ملک کی سالمیت کا درس دیا جاتا ہے، یہ مدارس جہاں سے حب الوطنی اور ملک دوستی کا سبق پڑھایا جاتا ہے،مگر افسوس صد افسوس انہی دینی مدارس کو دہشت گردی کے اڈوں سے تعبیر کیا جاتا ہے، دینی مدارس کو ملکی سالمیت کے لیے خطرہ بتایا جاتا ہے، دینی مدارس سے مربوط اساتذہ وطلبہ کو ہراساں وپریشاں کیا جاتا ہے اور صرف شک کی بنیاد پر زدوکوب کیا جاتا ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ دینی مدارس کو رجسٹرڈ کروانے کی منصوبہ بند قوانین بنائے جارہے ہیں، دینی مدارس میں سرکاری نصاب کو رائج کرنے کی مانگ کی جارہی ہے، تو کہیں دینی مدارس کی ساکھ کو مجروح کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس کے خلاف زہر افشانی کی جارہی ہے، اگر ایک طرف ان مدارس کو فرقہ پرست عناصر کی آماجگاہ بتایا جاتا ہے، تو دوسری طرف بنیاد پرستی کا الزام تھوپا جاتا ہے؛ بلکہ ان مدارس کے تئیں یہ تصور پیش کیا جارہا ہے کہ یہاں انتہا پسندی کو ہوا دی جاتی ہے اور صاف ستھرے ذہنوں پر مذہبی جنون کا رنگ چڑھایا جاتا ہے، جب کہ حقائق وواقعات اس کے برخلاف ہیں، یہ ٹھیک ہے کہ ان مدارس میں مذہبی تعلیم دی جاتی ہے اور یہاں کے فضلاء اسلامی تعلیم کا پاکیزہ لبادہ اوڑھ کر علمی میدان میں قدم رکھتے ہیں؛ لیکن اس سچائی کو دشمن بھی قبول کرتے ہیں کہ دینی مدارس میں خاص طور سے بھائی چارگی اور حب الوطنی کا درس دیا جاتا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ ان مدارس کو یونہی اسلاف کی پاکیزہ روایات کے مطابق چلنے دیں اور ان کے سر پر بنیاد پرستی، انتہا پسندی، دہشت گردی کے الزامات نہ تھوپے، ورنہ یہاں پر بھی یورپ کے میخانوں کا نظارہ ہوگا، علامہ اقبالؒ نے دورۂ یورپ کے بعد کہا تھا کہ ان مدارس کو یونہی رہنے دو، ورنہ یورپ کا میخانہ دیکھ آیا ہوں وہاں کا نظارہ کرکے آیا ہوں ہر طرف کردارکشی کی مہم چلائی جارہی ہے، اس لیے تمام حضرات سے گزارش ہے کہ ان مدارس کو شک نگاہ سے نہیں بلکہ محبت کی نگاہ سے دیکھیں۔

//// ❁ ❁ ❁ /////

فکر و عمل

طالبان علوم نبوت وقت کی قدر کریں

مولانا محمد ساجد جامعی قاسمی، ریڑھی محی الدین پور، سہارنپور

روز اول سے ہی حق وباطل کی معرکہ آرائی اور شر وفتن کا دور دورہ رہا ہے؛ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا ہے اور قیامت کی ہولناکیاں اس کی آمد کا اشارہ دے رہی ہیں، ویسے ویسے ہی دنیا کے حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے جارہے ہیں، شر ور وفتن اور جہالت وتعصب کی گھٹاٹوپ آندھیاں پاسبانان امت وطالبان علوم نبوت کو لقمہ تر سمجھ کر ہڑپنے کے لیے بڑی بیتابی سے منتظر ہیں، تاکہ ان کو خیر وفلاح، رشد وہدایت کی شاہراہ سے ظلم وجور، نفس پروری، منکرات ومکروہات اور ممنوعات سے دلچسپی کی خار دار وادیوں میں الجھا کر شیطان ابلیس لعنۃ اللہ علیہ کے لیے سامان مسرت وراحت مہیا کر کے دنیا کے سامنے ذلیل ورسوا کریں۔

جب حالات کسی قدر قابل اطمینان وپرسکون تھے، تو اکابر علماء ربانیین اپنے حال ومستقبل سے نبرد آزماں ہونے کے لیے باوجود قلت اسباب کے انتہائی مشقت وجاں فشانی کے ساتھ بے پناہ جدوجہد اور محنت کرتے تھے اور اپنے مقاصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کرنے کے بعد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو راہ ہدایت دکھانے میں اہم کردار ادا کرتے؛ لیکن موجودہ حالات کے پیش نظر طالبان علوم نبوت کی بڑھتی بے فکری اور اپنی ذمہ داری کے احساس سے غفلت نہایت قابل افسوس ہے، حالانکہ فی الوقت جملہ علوم وفنون نبوت کی بڑی گہرائی اور کڑی محنت وتوجہ کے ساتھ دسترس وگرفت کرنے کی زیادہ سخت ضرورت ہے، اس لیے کہ جب وہ مدارس کی صاف وشفاف فضاء وپاکیزہ ماحول سے نکل کر میدان عمل میں قدم رکھیں گے تو ان کو مخالف ہواؤں اور زہر آلود طوفانوں سے دو دو ہاتھ کرنا ضرور پڑے گا، پھر بآسانی ان کا رخ بدل دینا تبھی ممکن ہوسکے گا جب ان سے ٹکرانے کی خاطر خواہ صلاحیت اپنے اندر پیدا کی ہوگی۔

انسان کے لیے اپنے ظاہری دشمن سے حفاظت اس کے خطرات سے واقفیت کی بنا پر بہت آسان ہے؛ لیکن دوست کے بھیس میں پوشیدہ دشمن سے نمٹنا اور اس سے حفاظت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ کفر وشرک کی ضلالت وگمراہی سے تو احتراز بہت آسان ہے، لیکن اپنوں وچند ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی شکل میں ایسی باطل جماعتیں وفرق باطلہ روز بروز جنم لے رہے ہیں، جن کے دام فریب سے بچ نکلنا بہت مشکل ودشوار کام ہے، جو ظاہراً تو قوم کے ہمدرد وغم خوار ہیں، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے یعنی وہ لوگوں میں پیار ومحبت کے بجائے نفرت وعداوت، تعصب وبغض وحسد کی بنیاد ڈال کر ان کے دین وایمان کی عظیم عمارت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں، ان کے دل اس قدر سیاہ ہوچکے ہیں جو ایمانی شعور وروحانی جذبات واحساسات سے بالکل خالی وعاری ہیں، جن کا مقصد اصلی سادہ لوح انسانوں کو دین حنیف سے ہٹا کر ہوا پرستی وخود غرضی کا خوگر بنانا اور اپنا دبدبہ قائم کرنا ہے، اس لیے طالبان علوم نبوت ووارثان رسالت اور غم گساران قوم اپنے اندر وہ کمال وصلاحیت پیدا کریں جس سے خود ثابت قدم رہتے ہوئے بادسموم کے تھپیڑوں کا نہایت جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کر کے ان کا رخ موڑنے میں کامیاب ہوسکیں، نیز ایمانی جذبہ سے سرشار ہوکر یہ حوصلہ پیدا کریں

باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

مدارس اسلامیہ کی پرسکون زندگی سے باہر کی عملی زندگی بالکل مختلف آزمائش سے پر ہوتی ہے، جہاں پر علماء کی ہر نقل وحرکت پر دنیا بڑی

گہری نظر رکھتی ہے اور جہاں ہر طبقہ کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، کہیں ہم خیال وہم نظریہ وہم مسلک حضرات ملتے ہیں تو کہیں مخالف نظریہ ومسلک کے لوگوں سے ملاقات کا اتفاق ہو جاتا ہے، پھران کے ساتھ تبادلہ خیال وبات چیت کا بھی امکان رہتا ہے، جہاں پر آدمی کی صلاحیتوں کا زبردست امتحان ہوتا ہے۔

کبھی فرق باطلہ میں سے قادیانیت ومودودیت کے پیروکار اہل حق علماء کرام وسیدھے سادے عوام کو لبھانے کے لیے زور آزمائی کرتے ہیں، تو کبھی غیر مقلدیت ومنکرین حدیث اور مبتدعین کی ریشہ دوانیاں لوگوں کو راہ حق سے ہٹا کر ضلالت وگمراہی کی تاریک واندھیری خندق میں ڈھکیلنے کو بے چین رہتی ہیں، جن کی سرکوبی وبیخ کنی بروقت ہی لازمی وضروری ہے، جو صرف ہماری اور تمام طالبان علوم نبوت کی ذمہ داری ہے، ورنہ ہم ان کے فکر وفریب میں الجھ کر دنیا میں بھی امت کے سامنے شرمندگی ومایوسی سے دوچار ہوں گے اور بروز محشر میدان قیامت میں اللہ احکم الحاکمین کے دربار میں بھی سب کے سامنے بے عزتی ورسوائی وغضب الٰہی کا بھاری بوجھ اٹھانا ہوگا۔ حفظنا اللہ منہ

راقم الحروف کی یہ دل خراش چند سطور اسی حقیقت کی مظہر ہیں؛ لیکن یہ احساس اس وقت اور بڑھ جاتا ہے، جب یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اکثر ہمارے ساتھی طلبہ اپنے مدارس کے قیمتی اوقات کو بڑی بے دردی سے لاپرواہی اور غفلت میں ضائع کر دیتے ہین جن کی نہ قیمت کبھی چکائی جاسکتی ہے اور نہ ہی بروقت احساس کی توفیق ہوتی ہے، نتیجتاً حسرت ویاس اور رونا ہی مقدر بن جاتا ہے۔

طالبان علم وعرفاں سے دست بستہ التماس ہے کہ اپنا اور قوم وملت کا درد سینہ میں جگائیں اور نبی برحق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشیں کا حق ادا کرنے اور امت عاصی کی حقیقی رہبری واصلاح کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے زمانہ طالب علمی کے بیش قیمت اوقات کی کماحقہ قدر کریں اور امت کے لیے دنیا وآخرت کی فلاح وبہبود کی راہ میں شمع فروزاں ونور درخشاں ثابت ہوں؛ کیونکہ صاحب علم الیقین کو ایک چاند کا سا مقام ومرتبہ حاصل ہے اور چاند ہمیشہ پورے عالم کو اپنے نور سے منور کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ کبھی غائب وپوشیدہ نہیں ہوتا، اسی طرح ایک عالم دین کی شان بھی اس سے کم نہیں کہ وہ مثل قمر آسمان رشد وہدایت کے افق پر پورے آب وتاب کے ساتھ جلوہ نما ہو اور نور علم کی ضوفشانی سے دنیا کو فیضاب کر کے ظلمتوں سے چھٹکارا دلائے، ساتھ ہی ساتھ اپنی اس حیثیت کا پاس ولحاظ بھی انتہائی لازمی امر ہے، جس کو حضور پرنور سرور کونین فخر الرسل، معلم انسانیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ارشاد میں بیان فرمایا: ''کہ ایک عالم کی فضیلت ایک عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کو فوقیت وبرتری حاصل ہے ستاروں پر''۔

اللہ اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، علماء کو کس اونچی شان سے نوازا ہے، اللہ قدردانی نصیب فرمائے، بیحد خوش نصیب ہیں وہ حضرات جن کے قلوب کو باری تعالی نے علوم نبوت وپیغام رسالت کی عظیم امانت کی حفاظت کے لیے منتخب فرمایا، اور وہ تاج عظمت بخشا جس نے انسان کو فرشتوں کی مقدس جماعت میں شامل کر دیا، جس کا مختصر وجامع ذکر قرآنی زبان میں یوں بیان کیا گیا ہے، ارشاد خداوندی ہے: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالملئكة واُولُو العلم قائماً بالقسط. (سورہ آل عمران)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالی نے شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، فرشتوں اور اہل علم نے شہادت دی کہ معبود واحد وہی ذات عالی ہے جو اعتدال قائم رکھنے والی ہے۔

اللہ نے وحدانیت کے سلسلہ میں اہل علم حضرات کی شہادت وگواہی کو اپنی اور فرشتوں کی شہادت کے ساتھ کلام الٰہی میں بیان کر کے ان کے مرتبہ کو دوبالا کر دیا ہے، جس سے علماء عظام کی برتری وذمہ داری اور واضح ہوگئی ہے۔ ''ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء''

لہٰذا طالبان علوم نبوت ارشاد خداوندی وفرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو صحیح مصداق ہونے کا ثبوت دیں اور اپنی حیثیت وعظمت کی قدردانی کے ساتھ ساتھ قیمتی اوقات کی بھی قدر کریں۔/// ☆☆///

غور وفکر

ذرائع ابلاغ اور مغربی تہذیب کی ناکامی

ڈاکٹر عدنان علی رضا النخوی

آج مغرب اور اس کا سرغنہ امریکہ جو اپنے تئیں ترقی یافتہ، عدل پرور و عدل گستر، زور آور و طاقتور ہونے کا دعویدار ہے، غرور و تکبر، افراط زر، خوشحالی و فارغ البالی نے اپنے دام فریب میں پھنسا لیا ہے، جس کے نتیجے میں اسے سروں پر منڈلاتے خطرات کے بادلوں کا مطلق احساس نہیں اور نہ فقراء و مساکین، مظلوموں اور فریادیوں کی تکالیف ومصائب ہی کا خیال ہے۔

دوسری جانب مغربی میڈیا کی صدائے بازگشت ہے جو ظلم و بربریت، فتنہ وفساد کو فروغ دے رہی ہے، مغربی میڈیا بالخصوص امریکی ذرائع ابلاغ نے اکثر ممالک کو اپنی فتنہ سامانیوں کا لقمہ تر بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے، جس کی وجہ سے ان ملکوں میں رقص وسرور کی محفلیں سجی ہوئی ہیں، جنسی جذبات میں ہیجان برپا کرنے والی فلموں اور فحش وعریانیت سے لبریز گانوں سے جنسی جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کیا جارہا ہے، اس مادی وملحدانہ تہذیب وثقافت نے تبت سے امازون (Amazone) اور ہندوستان تک تمام علاقوں کو اپنے آہنی شکنجہ میں کس لیا ہے، مشرقی روس اور ایران کے افق پر ۵۰۰ مصنوعی سیارے (Satellites) مغربی کلچر کے فروغ کے لیے مسلسل سرگرم عمل ہیں، نتیجتاً نوخیز جوان پروگراموں کو دیکھنے کے بعد اپنی سابقہ زندگی اور ماحول سے کٹ کر Rock and Roll کی فضا میں نشوونما پارہے ہیں، اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ والٹ ڈیزنی مسلسل عالم انسانیت پر فکری یلغار کررہا ہے، اور اس کے سہارے امریکی میڈیا اتحاد واتفاق باہمی تعاون اور مفاہمت کے بجائے عداوت ونفرت، کشیدگی وکشمکش، انتشار وافتراق کی راہ میں کوشاں ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میکی ماؤس کے کارٹونوں کی پوری انسانی برادری میں دھوم مچی ہوئی ہے۔

روپرٹ مردوچ (Rupert Murdouch) آج متعدد مصنوعی سیاروں کے مالک ہیں، جن کے ذریعہ وہ عالم عرب میں چینی، کوریائی، ہندوستانی اور عربی حسیناؤں کی فحش وعریاں تصاویر نشر (Broad cast) کرتے ہیں۔ (فتح العولمۃ ۴۸)

فلمی دنیا میں کام کرنے والے اداکار واداکارائیں اپنی پسندیدہ موسیقیوں اور گانوں سے نوخیز جوانوں کی عقل ودماغ، شعور و احساسات، تمناؤں اور خواہشات کو غلط رخ دے کر اپنے دام فریب میں پھنسانا چاہتے ہیں، فٹ بال، واسکٹ بال اور دیگر کھیلوں کے میچوں اور ٹورنامنٹ نے اس جلتی آگ پر مزید تیل چھڑک دیا ہے۔

اس وقت ذرائع ابلاغ نے دنیا میں وہ طوفان بدتمیزی مچا رکھا ہے کہ الامان والحفیظ نہ جانے کتنے شہوت پرستوں کو شہوت پرستی کی آگ میں جھلسا کر رکھ دیا ہے، نامعلوم اس طوفان نے کتنے عزم وارادے کے پہاڑوں کی اپنی تند و تیز موجوں سے ٹکرا کر پاش پاش کردیا ہے، کتنی ہی مروتوں وعزت نفس کا خون کیا ہے، کتنے ہی افراد واشخاص کو خواب مدہوشی میں تھپک تھپک کر سلا دیا ہے، آہ! اس طوفان کی سرکش لہروں نے تبت سے امازون تک، قطب شمالی سے قطب جنوبی تک تمام علاقوں کو تاخت وتاراج کردیا اور سارا کرۂ ارض اس طوفان بلاخیز کی متلاطم لہروں کے سامنے تودۂ خاک ثابت ہوا، یقیناً اس طوفان نے ملحدانہ رجحانات ومیلانات رکھنے والی ایک پوری نسل کو تیار کردیا ہے جس کا مقصد دنیا میں وہ عالم گیریت (Globalization) قائم کرنا ہے جو لوگوں کے مابین مادی بنیادوں پر تعلقات استوار کرنا چاہتی ہو، اگر ہم اس کو قتل وخونریزی، اغواکاری ولوٹ ماری کی عالم کاری سے تعبیر کریں تو بیجا نہ ہوگا۔

لیکن اس قتل وغارت گری، خونریزی وسفا کی کے ذمہ دار صرف میڈیا، فحش فلمیں اور عریاں تصاویر ہی نہیں ہیں بلکہ سیاحوں اور فلمی اداکاروں کا اس میں اہم رول ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب سیاحت بھی قتل وغارت گری، فتنہ وفساد کا آلہ کار بن چکی ہے۔ یاللعجب!

دنیا میں جن چند شہروں نے مادیت کی فضا میں پرورش پائی ہے آج وہ اس کے علمبر دار بنے بیٹھے ہیں، جس کی واضح مثال ملیشیا کی راجدھانی کوالالمپور ہے جس کی سڑکوں اور عمارتوں پر مادیت کی ریل پیل صاف نظر آتی ہے، اسی شہر میں دنیا کی بلند ترین سر بفلک عمارت کھڑی دعوت نظارہ دے رہی ہے، بیجنگ (Bea-jing) اور شنگ میں تو فلک بوس عمارتوں کی ایک قطار موجود ہے، بینکاک نے کاروں اور موٹر سازی میں ڈیٹرویٹ کو بھی مات کردیا ہے، اسی طرح ہندوستان میں ممبئی نے فلم سازی میں بالی ووڈ کو پیچھے کردیا ہے۔

شہر شنگ میں ایک معاشی سینٹر کی تعمیر جاری ہے تاکہ اس کے ذریعہ امریکہ اور ٹوکیو میں موجودہ معاشی سینٹر پر اپنی برتری ثابت کی جاسکے، الغرض دنیا میں اس وقت تجارتی اور صنعتی اداروں کے درمیان زبردست مقابلہ آرائی (Compitetion) شدید تعارض اور نزاع باہمی کی بادسموم کے وہ تیز جھکڑ چل رہے ہیں جس میں فقراء ومساکین کے لیے رحم وکرم کا ادنی ذرہ بھی نہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا ایک تجارتی منڈی میں تبدیل ہوچکی ہے، جس میں انسانیت کے لیے کوئی خیر نہیں ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس منڈی میں رسوائے زمانہ مجرمین بڑے کروفر کے ساتھ دندناتے پھر رہے ہیں، جہاں کمزوروں، غریبوں اور مسکینوں کا استحصال ہوتا ہے، یہ ہے عالم گیریت جس میں لاچار اور سسکتی بلکتی انسانیت کے لیے ترقی کی کوئی راہ نہیں، اس میں صرف شرارت پسندوں اور فتنہ پردازوں کے لیے جگہ ہے، جہاں وہ نت نئے اسلحوں اور ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں، جی یہی ہے عالمگیریت، یہی ہے خواہشات کی آماجگاہ یہی ہے ہوس پرستوں کی عالم کاری۔

واضح رہے کہ پوری دنیا میں اس وقت صرف ۲۵۸؍افراد ۲۵؍ارب دولت پر قابض ہیں، ان مالداروں کی دولت وثروت حد سے بڑھی ہوئی ہے، بے اعتنائی اور بے جا اسراف نے ترقی پذیر ممالک کو دیا جانے والا امدادی سرمایہ (Fund) کا معیار پست کردیا ہے، جرمنی کے امدادی فنڈ کا معیار ۳۷؍سے ۳۱؍تک گر چکا ہے، ۱۹۹۶ء کے اعداد وشمار کے مطابق ترقی پذیر ممالک کے ناتواں کندھوں پر قرض کا بار گراں ۹۴-۱۹ہزار ارب ڈالر تک جا پہنچا ہے، نتیجتاً وہ تنزل وانحطاط، غربت وافلاس کے شکار ہوگئے۔ (ایضا ۶۰-۶۱)

یہ عالم گیریت کی المناک صورت حال کی ایک تصویر ہے، جس سے یہ بات مزید منقح ہوجاتی ہے کہ عالم گیریت کس سرعت وبرق رفتاری سے دنیا میں اپنے قدم جمارہی ہے اور فضا کو مکدر ومسموم کررہی ہے، عالم گیریت مجرموں کی ہمنوا اور فقراء ومساکین کی دشمن ہے، یہ جرائم پیشہ افراد کے سرمایہ میں اور محتاجوں اور بینواؤں کی محتاجگی وبے نوائی میں اضافہ کرتی ہے، چنانچہ عوام جب اس زہرآگیں اژدہے کے زہر ہلاہل سے نجات پانے کے لیے کوئی راہ تلاش کرتے ہیں تو انہیں جنگ وجدال کے سوا کوئی راہ نظر نہیں آتی اور ان جنگوں کا فائدہ انہیں مجرمین کو ہوتا ہے، ان مجرمین کا مقصد ہی یہ ہے کہ ملک کے اندر کسی طرح خانہ جنگی اور فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دے کر بھڑکایا جائے، جنوبی افریقہ میں پیش آمدہ واقعات اس حقیقت کو واشگاف کرنے کے لیے کافی ہیں، جہاں پر ایک ہی سال کی قلیل مدت میں نسل پرستانہ داخلی انتشار کے نام پر تقریباً سترہ (۱۷) ہزار انسانوں کو تہہ تیغ کرکے ہمیشہ کے لیے موت کے آغوش میں سلادیا گیا۔

اس وقت افریقہ امراض کی عالم کاری سے نبردآزما ہے، آئے دن نت نئے امراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے، امن وسلامتی کا مکمل فقدان ہے، امراض کے پھیلنے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایوری کوسٹ (ساحل عاج) کے ۱۰؍فیصد افراد ایڈز جیسی مہلک بیماری کے شکار ہوچکے ہیں۔

مزید برآں افریقہ اور اس جیسے دیگر ممالک کو عالم گیریت کے

خطرناک مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے بطورآلہ کا استعمال کیا جارہا ہے، لہٰذا ان ممالک کو مستقبل قریب میں سخت خونیں جنگوں کا اندیشہ ہے۔

یہ تھا افریقہ کا معاملہ، اب آیئے ہندوستان کی طرف جو کروڑوں انسانوں کا مسکن ہے، اس ملک میں منصوبہ بندی اور پلاننگ کا فقدان ہے، مواصلاتی نظام (Communication System) انتہائی ناقص اور فرسودہ ہے، یہاں پرانسدادامراض کے لیے مناسب تدابیر اختیار نہیں کی جاتیں آج اس ملک کی حالت یہ ہوچکی ہے کہ فقراء کے زخموں پرمرہم رکھنے والا اوران کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں ، بلدیہ (Corporation) کا عملہ کوئی کام کرنے کے بجائے تنخواہ خوار ہو چکا ہے، جب کہ یہ ملک کسی وقت سونے کی چڑیا کہلاتا تھا۔

اس وقت دنیا انہیں پرآشوب حالات سے گزر رہی ہے، اغنیاء تن آسانی وتن پروری کے خواہاں اوردلدادہ ہو چکے ہیں، آج بزعم خود حقوق انسانی (Human Rights) کا سب سے بڑا نام نہاد علمبردار یورپ اس کی پامالی کررہا ہے ، ایک مرتبہ یوروپی وزیر نے چینی وزیر سے حقوق انسانی کی پاسداری کا مطالبہ کیا تو اس نے صاف جواب دیا، کیا تم اپنے ملک میں صرف ایک سال ۱۰ر یا ۱۵ر ملین چینیوں کے لیے خوردونوش اور رہائش کا انتظام کر سکتے ہو؟۔

یورپین ارباب فکر ونظر دورحاضر کے المناک واقعات پرگفتگو کرتے ہوئے خوب ڈینگیں ہانکتے ہیں، لیکن کیا واقعی وہ ان واقعات کے ازالے کے لیے میدان عمل میں قدم رکھتے ہیں؟۔

لہٰذا یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہوکرسامنے آجاتی ہے کہ مغربی تہذیب انسانوں کو ایک پرامن، محفوظ، صالح اورصاف ستھرا معاشرہ دینے میں مکمل طور پر ناکام ہوچکی ہے، مسلسل داخلی وبیرونی جنگوں نے انسانی معاشرہ کو خوف وہراس میں مبتلا کر دیا ہے ،روزانہ کی خوفناک واردات نے مزید دہشت زدہ کردیا ہے، جب کہ امریکہ اور یورپ میں کئے گئے تمام وعدے ردی کے ٹوکرے کی زینت بن چکے ہیں۔

یہ صورت حال بزبان حال گویا ہے کہ اے قافلہ انسانیت کے مظلوم ومکروب انسانو! اگرتم میں سے کسی کے پاس اتنی سکت اور طاقت ہو کہ وہ اپنے وجود کو مغربی کلچر کی غلاظت سے نکال کر اسلامی ثقافت کے آغوش میں ڈال دے تو اسے چاہئے کہ اس کے لیے کوشاں ہوجائے ، یہ سرمایہ کاری، یہ جمہوریت، یہ ذرائع ابلاغ ان کے سائے میں کسی انسان کی امید پوری نہیں ہوسکتی، فقراء کے غم واندوہ کا مداوہ نہیں ہوسکتا، مریضوں کا خاطر خواہ علاج اوران کا غم دور نہیں ہوسکتا۔

یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ دنیا کے ۲۰ر فیصدافراد ۸۴ر فیصد سرمایہ پر قابض وحاکم ہیں، جس کے نتیجے میں اغنیاء اورفقراء کے درمیاں خلیج وسیع تر ہوتی چلی جارہی ہے، ترقی کے لیے یہ مالی فنڈ ناکافی ثابت ہو چکا ہے، دنیا افتراق واختلاف اور عالمگیریت کی چکی میں پس رہی ہے، گویا دومخالف طاقتیں ہیں جو باہم برسر پیکار ہیں۔

اللہ تعالی لوگوں کو خواب مدہوشی سے بیدار کرنے کے لیے انہیں عذابوں اور ناگہانی بلاؤں میں وقتاً فوقتاً مبتلا کرتا رہتا ہے تاکہ ان کے سوچنے اورغوروفکر کا انداز ہ بدلے اور وہ قعرضلالت سے نکل کرشاہراہ ہدایت پرگامزن ہوں، یہ سونامی کی بلا خیزی، جاوہ اورکیتھرینا کی موجوں کی سرکشی وطغیانی ، یہ زلزلوں کی تباہی ورست خیزی، یہ آتش فشاں کی ہنگامہ پردازی اس بات کا ثبوت فراہم کررہی ہے، کہ اللہ تعالی لوگوں کو آگاہ اورغفلت سے ہوشیار کرنا چاہتا ہے لیکن آہ......لوگ ان باتوں سے بے پرواہ ہوکران آزمائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اوران کو قدرتی (Naturally) کہہ کر جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، میں ان عاقبت اندیشوں سے پوچھتا ہوں کہ آخر یہ قدرت کسی چڑیا کا نام ہے؟ اس کا اندازفکر کیا ہے؟ کیا کام کرتی ہے وہ؟ ان بدطینت لوگوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ اللہ تعالی تمام چیزوں سے بے نیازو بے پرواہ ہے، وہی خالق قدرت ہے۔

متعدد اصحاب قلم اور کچھ یورپین اداروں نے اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے کہ آخر یہ طوفان اور یہ زلزلے کیوں وقوع پذیر

ہوتے ہیں؟ تو یہ نتیجہ سامنے آیا کہ انسانوں کی محنت اور جدوجہد کے نتائج مثبت بھی ہوتے ہیں اور منفی بھی، یہ عذاب منفی نتائج کی شکل میں اس لیے آشکارا ہوتے ہیں کہ جرائم پیشہ افراد خواب غفلت سے بیدار ہوجائیں اور ان مشکلات کو سلجھانے کے لیے اپنی توجہ اس جانب مبذول کریں، لیکن یہ واقعہ ہے کہ مشکلات کا صحیح حل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عوام خواہشات کی غلامی کو ترک نہ کردیں، اور اگر نفس کی پیروی چھوڑ کر اطاعت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شعار اور نصب العین بنالیں گے، تو مصیبتوں کے یہ مہیب بادل خود ہی چھٹتے چلے جائیں گے۔

اس وقت دنیا جن اہم مسائل سے دوچار ہے ان میں گیہوں کا مسئلہ خاص اہمیت کا حامل ہے، اس مسئلہ کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ چین نے باوجود کثرت پیداوار کے پہلی مرتبہ گیہوں کو درآمد (Export) کیا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۹۵ء میں اناج کے اسٹاک میں کمی واقع ہوگئی تو اس کا متبادل حل یہ تجویز کیا گیا کہ ایک ایسے اسٹاک کی تعمیر کی جائے جو مزید ۴۹ر دنوں کی مدت کے لیے کافی ہو لہٰذا اس تجویز پر ۱۹۹۶ء میں عمل درآمد کیا گیا اور اسٹاک کی تعمیر عمل میں آئی، لیکن انسان خواہ لاکھ جتن کرلے لیکن سب لاحاصل، بے سود، بالآخر ایک دن آئیگا کہ انسان کا جمع شدہ خزانہ ختم ہوگا اور یہ ساری منصوبہ بندی خاک میں مل جائے گی، اللہ تعالی نے اس زمین میں انسانوں کو پیدا کرکے مختار کل نہیں بنایا ہے، بلکہ انسان اس کا محتاج ہے اور تا قیام قیامت رہے گا، ارشاد ربانی ہے: قل أإنكم لتكفرون بالذى خلق الأرض فى يومين، وتجعلون له اندادا، ذلك رب العالمين، وجعل فيها رواسى من فوقها، وبارك فيها وقدر فيها أقواتها فى أربعة أيام سواءً للسائلين۔(فصلت ۹-۱۰)

اے نبی کہہ دیجئے کیا تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو اور اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہو جس نے دوروز میں زمین بنائی، وہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اس نے چاردن میں زمین پر پہاڑ رکھا اور اس میں برکت رکھی اور اس کی پیداوار کا اندازہ لگایا برابر کردیا سوال کرنے والوں کے لیے۔

اللہ تعالی نے تمام انسانیت کے لیے سامان خوردونوش وافر مقدار میں مہیا فرمایا اور اس میں برکت رکھی، لیکن یہ گیہوں کے اسٹاک کیوں ختم ہورہے ہیں، فقراء ومساکین، فاقہ کشی تنگ دستی وتنگ حالی کی زندگی کیوں بسر کررہے ہیں، آخر ایسا کیوں؟ یہ انسانوں کے اعمال کا نتیجہ ہے کہ، یہ سرمایہ کاروں، جمہوریت پسندوں، دانشوروں اور آسودہ حال انسانوں کے لیے ایک تازیانہ ہے، جنہیں فاقہ مست انسانوں کی آہ وفغاں سنائی نہیں دیتیں، مریضوں اور بیماروں کے نالہ وشیون ان کے جانب متوجہ نہیں کرتے، زمین پر رونما ہونے والے واقعات وحوادث، ظلم وجور، بے انصافی وحق تلفی، چوری وڈاکہ زنی، بدعہدی وبے وفائی جیسے گھناؤنے اور سنگین جرائم سے ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

جاپان اور کوریا میں بڑی تعداد میں آراضی کو کارخانوں اور میلوں میں تبدیل کردیا گیا، نتیجتاً اشیائے خوردنی کی قیمتوں میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا، چین نے ۲۰۰۰ء میں ۳۷ر ملین ٹن گیہوں برآمد کیا جبکہ عالمی سطح پر گیہوں کی پیداوار ۲۰۰ر ملین ٹن ہے۔

مالی بحران اور بالخصوص جنگوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ ہجرت پر مجبور ہوجاتے ہیں، ایک صدی قبل انگلینڈ میں ۱۸ر ملین لوگ لندن میں پناہ گزینی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے جو لندن کے باشندوں سے بھی کئی گنا زیادہ تھے۔

آج دنیا ایک بار پھر مالی بحران کا شکار ہوچکی ہے، جس کے باعث لوگ ہجرت کرنا چاہتے ہیں لیکن کہاں جائیں، یورپ ہجرت پر روک لگانا چاہتا ہے، لیکن وہ بھی مجبور ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ روئے زمین پر جرائم کی شرح میں اس سرعت وبرق رفتاری سے اضافہ ہوا ہے کہ خدا کی پناہ، چوری وڈاکہ زنی، قتل وغارت گری، خونریزی وسفا کی، لوٹ مار ﴿بقیہ صفحہ ۴۴ر پر﴾

دعوت فکر

مسلمان ترقی کی بجائے تنزلی کے شکار ہیں

مولانا محمد نظام الدین ندوی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی

آج پوری دنیا جس برق رفتاری سے ترقی کررہی ہے، اس کے لیے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں، دن بدن نئی نئی ایجادات ہورہی ہیں، پوری دنیا میں ہر ترقی یافتہ قوم کے افراد اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو اس طرح استعمال کررہے ہیں کہ جس طرح عقلمند انسان کو کرنا چاہئے، یہ اور بات ہے کہ ان تمام باتوں کے باوجود ان کی زندگیوں میں چین وسکون نہیں، آرام وراحت نہیں، ان کا معاشرہ برباد، ان کی زندگی تباہ، گھریلو نظام درہم برہم، اپنوں کی پہچان نہیں، غیروں سے الفت نہیں، پڑوسیوں کا خیال نہیں، ہمسایوں کی کفالت نہیں، والدین کی عزت نہیں، رشتہ داروں سے تعلقات استوار نہیں، بڑوں کا ادب نہیں، چھوٹوں پر شفقت نہیں، بھائی بھائی اور آپسی رشتوں میں کشیدگی اپنے عروج پر ہے، غرض کہ مکمل طور پر ان کا معاشرہ اور سماجی ڈھانچہ انتشار وافتراق کا شکار ہے؛ لیکن پھر بھی المیہ یہ ہے کہ وہی قومیں آج ترقی یافتہ کہلارہی ہیں، انہیں کے نقش پا پر چلنے کو سرمایہ افتخار اور ترقی کا معیار سمجھا جارہا ہے، ان ہی کی تہذیب وتمدن، اخلاق وکردار، رہن سہن، عادات ورسومات کو اپنانے کی کوشش کی جارہی ہے، انہیں کو اپنے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا جارہا ہے، ظاہر ہے کہ ان کے اس طرز عمل کو ان کے کامیاب اور معیاری مستقبل کے لئے بہتر نہیں قرار دیا جاسکتا، قابل غور بات یہ ہے کہ ان کے اندر یہ چیزیں اس لیے پیدا ہوئیں کہ انہوں نے خود کو اور اپنی تہذیب کو بالکل ہی فراموش کردیا، ویسے بھی تاریخی حقائق بتلاتے ہیں کہ جب کوئی قوم مردہ ہوجاتی ہے اس کے اندر احساس سوز وزیاں ختم ہوجاتا ہے، اپنے ماضی کو بھلا دیتی ہے، اپنے اسلاف سے بدظن ہوجاتی ہے، اپنی تہذیب وثقافت، زبان وادب، اخلاق وعادات سے اسے نفرت ہونے لگتی ہے، ان سے دوری اختیار کرنے لگتی ہے انہیں اپنانے میں اسے اجنبیت کا احساس ہونے لگتا ہے، تو پھر وہ قوم انحطاط وتنزلی کے اس معیار تک جا پہنچتی ہے جس کا تصور بھی محال سمجھا جاتا ہے۔

لیکن اس کے برخلاف جو قوم زندہ ہوتی ہے وہ اپنے اندر احساس ذمہ داری کو ختم ہونے نہیں دیتی وہ ''اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے'' کے مصداق اپنے لیے ترقی کی راہیں اس دنیا میں رہ کر خود تلاش کرلیتی ہے، وہ اپنے ماضی کو بھلاتی نہیں بلکہ وہ اپنے ماضی کو اپنے سامنے رکھ کر اپنے حال کو سنوارتی ہے اور روشن مستقبل کے لیے ایک مضبوط لائحہ عمل تیار کرتی ہے اور اپنی آنے والی نسلوں کو یہ وصیت کرتی ہے کہ اسی لائحہ عمل اور طریق کار پر گامزن رہنا، آئندہ اس سے دور مت ہونا، ترقی تمہارے قدموں میں ہوگی اور واقعہ یہی ہے کہ صحیح خلف وہی کہلاتا ہے جو اپنے ماضی کو نہ بھولے اور اپنے اسلاف کے بنائے ہوئے طور طریقے کو جدید زمانے کے تقاضے کے مطابق پورا کرتے ہوئے اپنے لائحہ عمل پر عمل پیرا ہو اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ دوسری ترقی یافتہ قوموں سے بھی عبرت حاصل کرتا رہے اور اس سے بھی مستفید ہوتا رہے، لیکن استفادہ تقلید کورانہ کا شکار نہ ہو، تو پھر یہی قوم کسی بھی ترقی یافتہ قوم کی آنکھ سے آنکھ ملا کر باتیں کرنے لگتی ہے، اس کے دوش بدوش زندگی کے ہر میدان میں ترقی کرنے لگتی ہے۔

مگر آج امت مسلمہ کی حالت کچھ یہ ہوگئی ہے، کہ وہ ہر ترقی کو ترقی سمجھ رہی ہے، ہر کامیابی کو کامیابی سمجھ رہی ہے، آج اس نے اپنی ترقی اور کامیابی کا معیار مغربی تہذیب وتمدن کو بنالیا ہے، مغربی دنیا کی ترقیوں اور وہاں کے جینے کے انداز کو ہی یہ مسلم قوم اپنے لیے اسوہ

اور نمونہ سمجھ رہی ہے، حالانکہ ہر چمکیلی چیز سونا نہیں ہوتی، اس کی حیثیت تارِعنکبوت کی ہوتی ہے، جس قوم کا ماضی نہیں اس کا مستقبل بھی زیادہ دیرپا اور دائمی نہیں، آج مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی اسی میں ہے کہ وہ اپنے ماضی کو نہ بھولیں، اس لیے کہ اس کا ماضی بہت صاف وشفاف ہے، اس کے اندر زمانہ حال کے لیے بھی اسوہ ہے اور زمانہ مستقبل کے لیے بھی، علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں:

''یورپ کا کوئی ماضی نہیں اس لیے وہ مستقبل کے اندھیروں میں جدھر چاہئے ٹھوکریں کھاتا پھرے؛ لیکن اسلام کا ماضی اتنا شاندار ہے کہ مسلمانوں کی ترقی آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنے میں ہے، یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے خیرالقرون، عہد صحابہ بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک جا پہنچیں''۔

کسی شاعر نے اسی مضمون کو شاعرانہ لہجہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جو موجودہ حالت کی صحیح عکاسی کرتا ہے ؎

دو چار امیدوں کے دیئے اب بھی ہیں روشن
ماضی کی حویلی ابھی ویران نہیں ہے
وہ جس کو بزرگوں کی روایت نہ رہے یاد
اس شخص کی لوگوں کوئی پہچان نہیں ہے

عصر حاضر میں امت مسلمہ کو اس کے اسلاف اور ماضی سے، باکردار اور بااخلاق لوگوں سے ذہنی وفکری، روحانی واخلاقی جسمانی وقلبی طور پر دور کرنے کی منظم سازشیں ہورہی ہیں اور یہ سازشیں اور ریشہ دوانیاں دن بدن بڑھ رہی ہیں، اس میں جہاں غیروں کی طرف سے چابکدستی اور چالاکی، مکروفریب کے ہر روز نئے نئے طرز اور استدلال اور قوت بیان واسلوب ادا سے جال بچھائے جارہے ہیں وہیں اپنوں کی طرف سے نام نہاد مسلم دانشوروں اور رہبران قوم وملت کی طرف سے بھی الگ الگ عنوان اور تنقید وتبصرے کے نام سے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ؎

اے کارواں سنبھل کے ذرا، دیکھ کے ذرا
رہزن ہیں رہنما کی شباہت لیے ہوئے

امت مسلمہ ابھی جس دور سے گزر رہی ہے، وہ یقیناً ابتلاو آزمائش کا دور ہے، یہ دور جس میں امت مسلمہ گھٹ گھٹ کر سانس لے رہی ہے، ہر طرف ناامیدیوں کے بادل چھارہے ہیں، کہیں امید کی کرن دکھائی نہیں دے رہی ہے، ہر کوئی اسی میں ہراساں وپریشاں ہے کہ اب کیا ہو؟ باطل طاقتیں سر اٹھا اٹھا کر اس طرف ایک بھوکے شیر کی طرح دیکھ رہی ہیں، لیکن اس کے بجائے کہ ہم ان سے دست وگریباں ہوں اور ان کا لقمۂ اجل بنیں ہمیں اپنے اندر جرأت وہمت، بلند حوصلہ، حق گوئی وبیباکی، اخلاص وللّٰہیت، ایمانی قوت، خود اعتمادی، یقین وتوکل اپنے اسلاف سے مکمل تعلق خاطر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت والفت، ان کی سنت کی مکمل پیروی پیدا کریں، ماضی میں بھی اس مسلم امت پر ایسے حالات آئے بلکہ اس سے بدتر اور خطرناک حالات آئے؛ لیکن اس وقت بھی اس امت نے اپنے لیے کامیابی کی راہ ڈھونڈ لی اور باطل طاقتوں کو دنداں شکن جواب دیا، آج بھی اس کے اندر وہ طاقت وقوت، ہمت وجرأت، شجاعت وبہادری، ایمانی قوت اور اسلامی جذبات موجود ہیں، آج بھی اس کے اندر باطل سے ٹکرانے کا حوصلہ اور اپنے وجود کو باطل طاقتوں کے سامنے منوانے کا ذریعہ اور طریقۂ کار موجود ہے، ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ماضی سے جوڑلے، اپنے لیے اپنے ہی اسلاف میں نمونہ تلاش کرے احساس کمتری کا شکار نہ ہو، ناامیدیوں کے گھنے جنگل سے اپنے آپ کو نکالے، اپنے کو درخشاں اور تاباں ماضی سے ملا کر صیقل کرے، تو یقین جانئے آج بھی یہی امت سربلند رہے گی، ساری باطل طاقتیں اس کے سامنے سرنگوں ہوں گی، بس ایمانی قوت، اسلامی اسپرٹ اور دینی جذبات پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اس لیے اپنے اندر سے بزدلی، خوف وہراس دور کرکے ''ان کنتم مومنین'' کے مصداق بنانے کی ضرورت ہے ''وانتم الاعلون'' کی بشارت صادقہ اسی کے لیے تاقیامت ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

حقائق

فرقہ پرست عناصر سے اسرائیل کے رشتے

مولانا فتح محمد عبدالحمید ندوی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

عہد نبوی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ یہودی علماء کا ایک وفد مدینہ سے مکہ کے سرداران قریش سے ملاقات کے لیے گیا تو قریش کے سرداروں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ اہل کتاب ہیں، ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو اختلاف چل رہا ہے، وہ آپ کو معلوم ہے، آپ کا کیا خیال ہے ہمارے مذہب اور ان کے مذہب کے بارے میں، تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کا دین ان کے دین سے بہتر اور افضل ہے اور آپ ان سے زیادہ حق پر ہیں، یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب یہودی منافقین اور مشرکین مکہ مشترکہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر موقع پر زک پہنچارہے تھے اور مدنی معاشرہ ان کی منصوبہ بند سازشوں کا محور اور مرکز بنا ہوا تھا، یہودی قوم نبوت، رسالت اور روز آخرت پر ایمان میں (خواہ بعض تفصیلات میں اختلاف ہو) نیز اللہ تعالی کی ذات وصفات اور عقیدۂ توحید میں وہ مسلمانوں کے بہت قریب تھے، اگرچہ ان کا یہ عقیدہ بھی بت پرستی کی وجہ سے اور جلاوطنی کی طویل مدت گزارنے کی وجہ سے کمزور پڑ چکا تھا اور اس میں غلو اور بعض انبیاء کی تقدیس بھی شامل ہوگئی تھی، بہر حال انہوں نے بت پرستوں کو اس وقت مذہب اسلام پر کھلی ترجیح دی تھی، جس سے ان کی اسلام دشمنی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

یہودی فاضل ڈاکٹر اسرائیل ولفنس یہودیوں کے مذکورہ واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے ''لیکن ایک بات جس پر ان لوگوں کو واقعی ملامت کی جاسکتی ہے اور جس سے ہر شخص کو تکلیف پہنچے گی جو خدائے واحد پر ایمان رکھتا ہے خواہ وہ یہودیوں میں سے ہو یا مسلمانوں میں سے وہ گفتگو ہے، جو یہودیوں اور قریش کے بت پرستوں میں ہوئی تھی جس میں ان یہودیوں نے قریش کے مذہب کو پیغمبر اسلام کے لائے ہوئے مذہب پر ترجیح دی تھی'' یہودی فاضل آگے لکھتا ہے کہ جنگی ضرورتوں نے قوموں کے لیے حیلہ سازی اور دروغ گوئی اور دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے فریب دہی کی مختلف تدبیروں کو جائز قرار دیا؛ لیکن ان سب کے باوجود یہودیوں کو اس سنگین جرم کا ارتکاب ہر گز نہ کرنا چاہئے تھا اور قریش کے ذمہ داروں کے سامنے اس کی صراحت نہ کرنی چاہئے تھی کہ بتوں کی پرستش اسلامی توحید سے بہتر ہے، خواہ اس کی وجہ سے ان کے مقاصد پورے نہ ہوتے اس لیے کہ بنی اسرائیل جو صدیوں سے بت پرست اقوام کے مقابلہ میں اپنے قدیم آباواجداد کے نام پر توحید کا پرچم بلند کئے رہے، اور جنھوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں اس عقیدے کی خاطر بے شمار مصائب برداشت کئے اور قتل وخون کے سخت مرحلوں سے گزرے، ان کا آج یہ فرض تھا کہ وہ مشرکین کو ناکام ونامراد کرنے کے لیے اپنی متاع حیات اور نفیس سے نفیس شئی قربان کردیں، یہودی مصنف کے اس مذکورہ اقتباس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے ان کے اس رویہ اور مذموم حرکت پر نہ صرف کھل کر نقد کیا ہے بلکہ اس نے ان کو اس سنگین جرم کی پاداش میں لعنت وملامت بھی کی ہے؛ لیکن یہ قوم جس کو حضرت مسیحؑ جیسے رحم دل نے سانپ اور سانپوں کے بچے بتایا تھا، اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی، کینہ، حسد، بغض اس قوم کے خون میں داخل ہے، اور عہد نبوی سے ہی ان کی یہ پالیسی رہی ہے کہ اسلام کو ہرگز پنپنے نہ دیا جائے، اسلام کی ترقی سے ان کے اندر بوکھلاہٹ پیدا ہوجاتی ہے، اور ان کا حسد مزید بڑھ جاتا ہے اور ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں۔

حال ہی میں یہودی اور ہندو مذہب کے رہنماؤں کے درمیان دہلی

میں سابق نائب وزیراعظم لال کرشن اڈوانی کے گھر پر ایک میٹنگ منعقد ہوئی تھی، جب کہ اس سے پہلے سابق نائب وزیراعظم اسرائیل کا دورہ بھی کر چکے ہیں اور این، ڈی، اے سرکار نے اپنے دور اقتدار میں اسرائیل سے اپنے تعلق بڑھانے، دفاعی اور دوسرے اہم شعبوں میں مشترکہ طور پر تعاون کرنے میں معاہدہ ہوا تھا، یہ سلسلہ کانگریس کی زیر قیادت یو، پی، اے کے برسر اقتدار آنے کے بعد بھی اسی طرح جاری رہا، جس طرح این، ڈی، اے کے دور اقتدار میں جاری رہا تھا، اس میں کسی بھی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، جب کہ کانگریس خود کو سیکولرزم کا علمبردار کہتی ہے اور اس بات کو ہر ذی عقل انسان اور ہمارے سیاسی رہنما اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہودی لابی اسوقت مسلمانوں کے وجود کے لیے خطرہ بنی ہوئی ہے، ان کی رات دن کی یہی کوشش ہے کہ وہ مسلمانوں کو نہ صرف مادی، معاشی، اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے کمزور کردے؛ بلکہ ان کے ایمان اور ان کے اعتقاد کو متزلزل کرنے کے لیے اسطرح کی سازشیں کرتے ہیں، جس سے مسلمان بھول جائیں کہ اسلام میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں اور قانون شریعت جو اسلام کی اصل روح ہے، اس سے ان کو محروم کر دیا جائے، اس کا اثر اگرچہ ان لوگوں پر تو نہیں پڑتا جو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت اسلام سے واقفیت رکھتے ہیں لیکن وہ طبقہ جو کم تعلیم یافتہ ہے اور شریعت اسلام کے بارے میں ان کو زیادہ معلومات نہیں ہے تو وہ ان کی ان سازشوں سے متاثر ہو کر اسلام سے بدگمان ہو جاتے ہیں، اور وہ اپنے اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لیے دوسرے ملکوں اور وہاں کے ان حکمرانوں کا جو ان کے تربیت یافتہ ہوتے ہیں سہارا لے کر اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرتے ہیں، مغربی سامراج نے جہاں ایک طرف مسلمانوں کو مادی اعتبار سے کمزور کرنے کے لیے نیوکلیئر بموں کا استعمال کر کے اپنے عجلت پسندانہ طرز عمل سے افغانستان وعراق کو دیکھتے ہی دیکھتے تہ وبالا کر دیا اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ابھی تک اس کا یہ غیر قانونی سلسلہ جاری ہے دوسری طرف مسلمانوں کے اعتقادات ونظریات اور فکر وتہذیب پر کیچڑ اچھال کر وقتاً فوقتاً اپنی منصوبہ بند سازشوں سے ذرائع ابلاغ کا سہارا لے کر اس طرح کی خبریں اور بیانات شائع کرتے ہیں جس سے مسلمان نفسیاتی الجھنوں میں مبتلا ہو کر وہ اپنی ترقی کے بارے میں سوچ بھی نہ سکیں کچھ ماہ پہلے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اہانت امیز کارٹون شائع کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا گیا، قرآن کریم کے اندر تحریف وتبدیل کر کے ایک قرآن جو ''الفرقان'' کے نام سے موسوم کیا گیا، اس کو منظر عام پر لایا گیا، جس سے انکی مجرمانہ ذہنیت کی عکاسی ہوتی ہے اور وہ مسلسل مسلمانوں کی دلآزاری کے لیے ذرائع ابلاغ کا سہارا لے کر اس طرح کے شوشے چھوڑتے ہیں جس سے مسلمانوں کے اندر اشتعال پیدا ہو جائے، پھر وہ اپنی دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے جلسے اور احتجاج کرتے ہیں، جس پر ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے، اور بنیاد پرستی جیسے الفاظ سے ان کو پکارا جائے، یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو صدیوں سے جاری ہے ہمیں ان کی کسی ایک سازش کا پتہ چلتا ہے تو ہم چونک پڑتے ہیں جب کہ مستشرقین نے قرآن کریم، سیرت نبوی اور امہات المومنین کی زندگیوں کو ہمیشہ اپنا تختہ مشق بنایا ہے اور مغربی استعمار نے ہر دور میں ایسے لوگوں کو خریدا جو ان کے مذموم مقاصد کی تکمیل کر سکے ۱۹۹۴ء میں بنگالی مصنفہ تسلیمہ نسرین نے اسلام کے خلاف جس دریدہ ذہنی اور بیہودہ گوئی کا مظاہرہ کیا تھا، جس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو زک پہنچی تھی، پھر اس کے خلاف پوری دنیا میں مظاہرے ہوئے اور حکومت بنگلہ دیش نے اس کے خلاف قانونی کارروائی کا اعلان کیا تو فوراً اس کو مشترکہ طور پر تمام یورپین ملکوں نے اپنی پناہ گاہ میں لینے کا اعلان کیا اور حکومت بنگلہ دیش سے یورپی یونین نے یہ پیش کش کی کہ وہ تسلیمہ نسرین کو آزادانہ طور پر پھرنے دیں؛ کیونکہ ہر انسان کو آزادی رائے کا حق حاصل ہے، اس پر کسی کو سزا نہیں دی جاسکتی، تسلیمہ جس ملک سے تعلق رکھتی ہے اس ملک کی صورتحال آج بھی مادی، معاشی، اقتصادی اعتبار سے ناگفتہ بہ ہے، کہ وہاں نہ بچوں کی تعلیم کے لیے اسکولوں کا صحیح طور پر کوئی نظم ہے، نہ مریضوں کی سہولت کے لیے اسپتال مہیا ہیں، آج

بھی وہاں بہت سے لوگ غربت وتنگ دستی کی حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، یورپی یونین کو تسلیمہ کا تو درد واحساس ہوا اور احتجاجی طور پر حکومت بنگلہ دیش سے اس کی آزادی کا مطالبہ کیا لیکن اس جگہ کا جہاں سے اس کا تعلق ہے کوئی فکر نہیں کی، یہی حال سلمان رشدی کا ہے، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی، آج وہ دونوں یورپ کی محبت کی آغوش میں پل رہے ہیں۔

جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام کی طاقت سے خوفزدہ ہو کر یہودیوں نے اسلام کو ختم کرنے اور اس کو نیچا دکھانے کے لیے مکہ کے بت پرستوں سے معاہدہ کیا تھا اور ان کے دین کو مذہب اسلام پر ترجیح دی تھی، جس پر یہودی مصنف نے ان کو لعنت وملامت کی اور ان کو بنی اسرائیل کا وہ دور یاد دلایا جس میں بنی اسرائیل نے بت پرستوں کے مقابلہ میں قتل وخون کے مرحلوں سے گذر کر توحید کا پرچم بلند کیا تھا، مذکورہ بات کو یہودیوں نے بالائے طاق رکھ کر ایک مرتبہ پھر ہندوستان کے ہندو لیڈروں سے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے اور اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کے لیے معاہدہ کیا چونکہ آج کے یہودیوں کی عادت وخصلت کل کے یہودیوں سے مختلف نہیں ہے، بہر حال دہلی میں ہوئے معاہدہ کے نتائج اس وقت منظر عام پر آئے جب آروی بھیسن نے جو آر ایس ایس کے تربیت یافتہ ہے ایک کتاب (سیاسی دنیا پر مسلم حملوں کا نظریہ) کے عنوان سے لکھی، آروی نے اپنی مذکورہ کتاب میں اسلام کی ان برگزیدہ شخصیتوں پر کیچڑ اچھالا ہے جس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات وابستہ ہیں اور مسلمانوں کا ان پر ایمان بھی ہے، اس نے اپنی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وامہات المومنین، خلفائے راشدین، مذہب اسلام، قرآن کریم اور سیرت نبوی کو نہایت دیدہ دلیری سے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مصنف آروی لکھتا ہے کہ قبیلہ قریش سے تعلق رکھنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب ۵۲ سال کے ہوئے تو انہیں اسلام سے آگاہی ہوئی، اسی طرح امہات المومنینؓ کے بارے میں اس نے جس بیہودہ گوئی کا مظاہرہ کیا ہے اس کو ضبط تحریر میں نہیں لایا جا سکتا ہے، اور اسلام کو جو امن عالم کا علمبردار ہے بھیانک مذہب کے طور پر پیش کیا اور الزام عائد کیا کہ اسلام دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے، پھر آگے اس نے مسلمانوں کی حب الوطنی پر جس دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کیا ہے اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا، اس مذکورہ تحریر سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ اس کے پس پشت وہی لوگ ہیں جنھوں نے ماضی میں بھی اپنی نازیبا حرکتوں سے مذکورہ شخصیتوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا ہے اور گزشتہ تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ جب ہم ان اوراق کو پلٹ کر دیکھتے ہیں تو ہمیں انہی لوگوں کا عکس نظر آتا ہے جنھوں نے اب سے چودہ سو سال قبل مشرکین مکہ سے اسلام کو مٹانے کے لیے معاہدہ کیا تھا گستاخ مصنف نے اپنی دانستہ حرکت سے فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلانے کی ناپاک کوشش کی تاکہ مسلمان جذبات میں آکر سڑکوں پر اتر آئیں اور اس طرح اس نے اپنی گھناؤنی حرکت سے ملک کے امن وسکون کو پامال کرنے کا ارادہ کیا، افسوس کی بات یہ ہے کہ نہ تو اس کتاب کی خرید وفروخت پر ابھی تک کوئی پابندی عائد کی گئی اور نہ صاحب کتاب کے خلاف کوئی قانونی کارروائی عمل میں آئی بلکہ یہ کتاب آزادی کے ساتھ فروخت ہو رہی ہے، جب کہ اس وقت ملک کی باگڈور کانگریس کے ہاتھ میں ہے، جو اقلیتوں سے اپنے محبت کا دم بھرتی ہے لیکن کانگریس کی یہ ہمیشہ پالیسی رہی ہے کہ وہ ایسے شر پسند عناصر کے بارے میں خاموش رہتی ہے، ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر ایسے لوگوں پر قانونی کارروائی نہیں کی گئی جو ملک کے امن اور اتحاد کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں اور بعض دفعہ اس کے اثرات مثبت نہیں بلکہ منفی ثابت ہوتے ہیں، اس لیے مذکورہ مصنف کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے کیونکہ اس نے ہندوستان کی دوسری بڑی اکثریت کے جذبات کو نقصان پہونچایا اور ان کی مذہبی شخصیتوں پر دل کھول کر اہانت آمیز انداز میں اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لیے ناشائستہ حرکت کی ہے جس کی وجہ سے ان کو کسی بھی صورت میں معاف نہیں کیا جا سکتا۔

درس توحید

خدا کے وجود کا سائنسی ثبوت

محمد عرفان خطیب رتنا گری

اسلام کا بنیادی عقیدہ خدا کے وجود کا ماننا ہے، موجودہ زمانہ میں جب سائنسی دریافتیں ہوئیں تو قدیم زمانے کے اکثر عقائد محض توہمات ثابت ہونے لگے، اسے دیکھ کر کچھ لوگوں نے خدا کو بھی اسی فہرست میں شامل کر دیا، انہوں نے یہ اعلان کیا کہ خدا کا عقیدہ توہماتی دور کی پیداوار ہے، مگر یہ اعلان بلا دلیل تھا، حقیقت یہ ہے کہ سائنسی حقائق (Scientific Facts) خدا کے وجود کی مزید تصدیق کر رہے ہیں، اور دور جدید میں سائنسی تحقیقات نے وجود باری تعالی کے دلائل میں بعض نئے دلائل کا اضافہ کیا ہے، اس سے میرے کہنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے وجود باری تعالی کے لیے جو دلائل وشواہد پیش کئے جاتے تھے وہ کچھ کمزور وناقص تھے اور نئے سائنسی دلائل نے ان کو تقویت بہم پہنچائی ہے، یا اسے استحکام بخشا ہے، بلکہ آج تک وجود باری تعالی کے لیے جو کچھ دلائل وشواہد پیش کئے جا چکے ہیں وہ بلا شبہ ایک آزاد ذہن رکھنے والے اور غیر متعصب شخص کی تشفی کے لیے اور اسے اللہ تعالی کے وجود کا قائل بنانے کے لیے بالکل کافی ہیں، لیکن میں اللہ تعالی کے وجود کا قائل ہوتے ہوئے ان دلائل کو ضرور مفید اور خوش آئند سمجھتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ ان دلائل سے بہت سے ایسے لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں گی، جو ایمانداری سے خدا کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں اور انہیں یہ ماننا پڑے گا کہ واقعی خدا موجود ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بعض لوگوں کو وجود باری تعالی میں شک ہوتا ہے اور انہیں ایسی دلیل کی تلاش ہوتی ہے جو اللہ تعالی کے وجود پر شاہد ہو، جہاں تک وجود باری تعالی کے شواہد کا تعلق ہے اس کا سب سے پہلا ثبوت نظام کائنات ہی میں ملتا ہے، ایک ایسی کائنات جس کی تخلیق پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی ترتیب محض اتفاقی نہیں ہوسکتی، اس میں جو عظیم الشان ربط نظر آتا ہے وہ اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے، کہ اس کائنات کی خالق ایک مدبر ذات ہے اور اس نے اس کائنات کو اتفاقات کی لہروں کے حوالے نہیں کیا، یہ فضائی تغیرات، تسخیر وانقیاد کی کیفیات جو انسان کے دن رات مشاہدہ میں آرہی ہیں وہ اللہ تعالی کے وجود پر شاہد ہیں، آپ اس عالم رنگ وبو کی کسی بھی چیز کا طبعی، حیاتیاتی، کیمیائی، تشریحی، عضویاتی اور فعلیاتی کسی بھی نقطہ نظر سے جائزہ لیں، ہر چیز ایک نظام اور قانون کی پابند نظر آئے گی، مختصراً یوں کہ اشیائے عالم میں انتشار رہا بے قاعدگی نہیں، ظاہر ہے کہ ایسے نفیس ترین اور حکیمانہ قوانین اپنے آپ ظاہر نہیں ہوسکتے، چنانچہ کائنات کا یہ حسن انتظام ایک زبردست قوت والی اور کرشمہ ساز ہستی کے وجود کی خبر دے رہا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر خدا نے کائنات کو بنایا اور سب چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں تو خدا کو کس نے پیدا کیا؟ لیکن یہ ایک غیر منطقی سوال ہے، یہ ایسا سوال ہے جو ہر حال میں پیدا ہوتا ہے، چاہے ہم خدا کو مانیں یا نہ مانیں ہم دو میں سے کسی ایک چیز کو بلا سبب ماننے پر مجبور ہیں، یا خدا کو بے سبب مانیں یا کائنات کو، ہمارے سامنے ایک عظیم کائنات ہے جس کو ہم دیکھتے ہیں، جسے ہم محسوس کرتے ہیں، ہم مجبور ہیں کہ اس کائنات کے وجود کو تسلیم کریں، ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے پھر یا تو ہم یہ کہیں کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی ہے، مگر اس قسم کا عقیدہ ممکن نہیں کیونکہ کائنات میں تمام واقعات بظاہر اسباب وعلل کی

صورت میں پیش آتے ہیں، یا یہ کہیں کہ کوئی اور ہستی ہے جس نے اس کو بنایا ہے، دونوں صورتوں میں ہم کسی نہ کسی کو بلاسبب تسلیم کریں گے، پھر کیوں نہ ہم خدا کو بلاسبب مان لیں، بے سبب خدا کو مان کر ہم اپنے آپ کو بے سبب کائنات کو ماننے کے ناممکن عقیدہ سے بچا لیتے ہیں۔

موجودہ دور سائنسی دور ہے اور آج انسان ہر چیز کو سائنسی معیار پر جانچتا ہے، جو چیز سائنسی معیار پر پوری نہ اتری اسے وہ رد کر دیتا ہے، جہاں تک خالص سائنس کا تعلق ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ بڑے بڑے اور نامور سائنس دانوں نے کبھی خدا کے وجود کا انکار نہیں کیا، آئزک نیوٹن نے واضح طور پر خدا کے وجود کا اقرار کیا تھا، البرٹ آئنسٹائن خدا کے وجود پر گہرا یقین رکھتا تھا، امریکہ جو دنیا کا سب سے بڑا ترقی یافتہ ملک ہے اس کے ایوان میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ IN GOD WE BELIVE یعنی ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں، اسی طرح چارلس ڈارون نے اپنی مشہور کتاب Origin of Species (اصل الانواع) میں متعدد مقام پر خدا کے وجود کا اقرار کیا ہے، وہ اپنی کتاب کے خاتمہ میں لکھتا ہے کہ ''حقیقت یہ ہے کہ سائنس خدا کے وجود کا انکار نہیں کرتی، البتہ کچھ بے دین فلسفیوں نے سائنس کو انکار خدا کی دلیل کے طور پر استعمال کرنے کی سعی کی تھی جو اپنے ابتدائی مرحلے میں ہی ناکام ہوگئی'' جدید سائنس نے جب یہ دریافت کیا کہ کائنات میں سبب و مسبّب یعنی کارن اور کاریے (Cause & Effect) کا ایک نظام ہے تو اس زمانے کے کچھ بے دین مفکرین نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، ان کے نزدیک یہ دریافت خدا کا سائنسی بدل تھا، اگر چہ اس قانون (سبب مسبّب) کو دریافت کرنے والے سائنس دانوں کے لیے اس کے یہ معنی نہیں تھے لیکن وہ لوگ جو سائنسی انکشافات کے تناظر میں فلسفہ کی تشکیل کر رہے تھے، انہوں نے اس کے اندر الحاد کا ثبوت پالیا اور اس کی بنیاد پر ایک پورا نظام فکر بنا ڈالا، اس نظریہ کو کائنات کی مشینی تعبیر کہا جاتا ہے، لیکن بیسویں صدی کے اوائل میں سائنسی علوم میں ایسے بہت سے حقائق (Facts) وجود میں آئے جو کسی بھی طرح مشینی تعبیر کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے، مثلاً مقناطیس لوہے کو اپنی جانب کھینچتا ہے، اس کی توجیہہ میں سائنسدانوں نے بہت سے نظریات قائم کئے ہیں؛ لیکن ایک سائنس داں اس کا تجزیہ کرتے ہوئے اس طرح رقمطراز ہے: ''سچ بات یہ ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ مقناطیس کیوں لوہے کو اپنی جانب کھینچتا ہے شاید اس لیے کہ خالق نے اس کو یہی حکم دیا ہے''۔

گہرے تجزیہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ماضی میں جن باتوں کو کسی خاص واقعہ کا سبب مان لیا گیا تھا وہ اصل واقعہ کا محض سطحی مطالعہ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ہمیں کسی بھی واقعہ کے بارے میں یقینی طور پر نہیں معلوم کہ ایسا کیوں اور کس لیے ہوتا ہے حتی کہ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم رات میں سوتے ہیں تو ہمیں نیند کیوں آتی ہے، بہت سے نظریات اور سائنسی حقائق (Sciehtific Facts) ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ واقعی اور صحیح ہیں لیکن حقیقت میں وہ بھی ثابت شدہ حقائق (Facts) نہیں، ان میں سے بہت سے ایسے حقائق ہیں جو بجائے خود مسلمہ یا کلیہ کی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ حقیقت کی طرف صرف اشارہ کر دیتے ہیں، مثال کے طور پر آپ اپنے گھر کے پچھلے دروازے سے کسی کو بھاگتے ہوئے دیکھیں اور جب گھر میں داخل ہوں تو گھر لٹا ہوا پائیں، اب اگر چہ آپ کے پاس اس بات کا تو کوئی واضح ثبوت نہیں کہ چوری اسی شخص نے کی ہے جسے آپ نے بھاگتے دیکھا تھا، لیکن مختلف مشاہدات آپ کے اس خیال کو تقویت پہنچاتے ہیں کہ بھاگنے والا شخص ہی چور ہے، یہاں جدید ذہن اپنے معیار استدلال میں ایک صحیح معیار استدلال کا اضافہ کرتا ہے جس میں اگر چہ اصل حقیقت کو براہ راست دکھایا نہ گیا ہو لیکن اس کے کچھ ایسے پہلو ہمارے سامنے تجربہ میں آتے ہوں جن سے قیاس کیا جا سکے کہ ایسی کوئی حقیقت یہاں پائی جا رہی ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ الیکٹران کو ایک حقیقت سمجھا جاتا ہے کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ الیکٹران بذات خود تو نظر نہیں آتا لیکن اس کے کچھ ایسے اثرات

(Effects) ہمارے سامنے آتے ہیں جن کی توجیہہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی کہ ہم الیکٹران جیسے نظام کا وجود فرض کریں، وجود باری تعالی کے بارے میں بھی یہی بات صادق آتی ہے۔

دورِ جدید میں سائنس کا دائرہ کار وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جارہا ہے؛ لیکن خدا کی ہستی کا ثبوت خالص سائنٹفک بنیادوں پر فراہم نہیں کیا جاسکتا، بالفاظ دیگر ہم مادی اصطلاحات میں اللہ تعالی کے وجود کی توضیح وتشریح کرنے سے قاصر ہیں، وجود باری تعالی کو دو اور دو چار کی طرح ثابت نہیں کیا جاسکتا نہ ہی کسی عمل کے ذریعہ اس کی ذات کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ خدا کا وجود کسی بھی اعتبار سے مادی یا جسمانی نہیں ہے؛ بلکہ وہ ایک غیر مادی وجود ہے، البتہ مادی طور پر وجود باری تعالی کے بے شمار دلائل دستیاب ہوتے ہیں اور اس کی قدرت کی ہمہ گیر کارفرمائیاں اس کے علم وحکمت کی قدم قدم پر شہادت دیتی ہیں۔

انسان کا علم آج بھی اس راز تک نہیں پہنچ سکا ہے کہ زندگی کیسے اور کہاں سے آتی ہے، حالانکہ جدید مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ زندگی صرف چند مادی طاقتوں سے خود بخود ہونے والا ایک نتیجہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بے جان مادے کی صرف ترکیب سے خود بخود جان پیدا نہ ہوسکتی ہے اور نہ ہی کی جاسکتی ہے، اب تک سائنس کے معاملوں میں ایک بے جان مادے سے جاندار پیدا کرنے کی جتنی بھی کوششیں کی گئی ہیں وہ حتی الامکان تمام تدابیر استعمال کرنے کے باوجود سب قطعی طور پر ناکام ہوچکی ہیں، زیادہ سے زیادہ جو چیز پیدا کی جاسکی ہے وہ صرف مادہ ہے، یہ وہ مادہ ہے جو زندہ خلیوں (Cell) میں پایا جاتا ہے، یہ زندگی کا جوہر تو ضرور ہے لیکن خود جاندار نہیں ہے، سائنسدان کہتے ہیں کہ اگرچہ ہم یہ جانتے ہیں کہ انسان کا جسم فلاں فلاں مادی اجزاء سے مل کر بنا ہے؛ لیکن ان ہی اجزاء کو باہم ملا کر ہم زندگی پیدا نہیں کرسکتے، بالفاظ دیگر کسی لیبارٹری میں زندہ انسان نہیں بنایا جاسکتا، اگرچہ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ زندہ جسم کے اجزاء بالکل معمولی کیمیائی ایٹم ہوتے ہیں، اس میں ہائیڈروجن اور آکسیجن وہی ہے جو پانی کی اصل ہے، کاربن وہی ہے جو ہم کالک میں دیکھتے ہیں نائیٹروجن وہی ہے جس سے کرہ ہوا کا بیشتر حصہ بنا ہوا ہے اور اسی طرح دوسری چیزیں، کیا یہ چیز قدرت کے عجائبات میں سے ایک بہت بڑا عجوبہ نہیں ہے؟ اور خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ چنانچہ اس اعتبار سے تصور وجود باری تعالی کسی تاریک دور کی بات یا کوئی خرافاتی چیز نہیں، بلکہ حد درجہ علمی اور سائنٹفک نقطۂ نظر سے ایک روشن ترین حقیقت ہے اور اس حقیقت کا انکار غیر سائنٹفک بات یا تاریک خیالی کی علامت ہے۔

////☆☆☆////

بڑا جہاد کونسا ہے؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس ہوئے تو مجاہدین سے فرمایا: تمہارا آنا مبارک ہے، تم چھوٹے جہاد کی طرف سے آئے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! بڑا جہاد کونسا ہے؟ فرمایا کہ انسان کا اپنی خواہش نفسانی سے جہاد کرنا۔

نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کو اس لیے جہادِ اکبر فرمایا کہ شیطان براہ راست نفس کا مددگار ہے اور یہی حال خواہش کا بھی ہے، مگر کافر ترے نفس کا مددگار نہیں یہی وجہ ہے کہ جہاد بالنفس سخت تر ہے، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب کسی کافر کا تم قتل کروگے تو تمہیں مدد اور غنیمت حاصل ہوگی اور اگر کافر نے تمہیں قتل کردیا تو تم شہادت اور جنت پاؤگے، مگر شیطان کو قتل کرنے کی تم میں قدرت نہیں اور اگر شیطان نے تمہیں ماردیا تو تم خدا تعالی کی سزا میں پھنس گئے۔

//////❀❀❀//////

محاسن اسلام

اسلام کا عادلانہ نظام

حضرت مولانا محمد عمر مجاہد پوری

اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکُم اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلیٰ اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُم بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ (سورۃ نساء پ ۵/ ع ۵)

بے شک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فائدہ: یہود میں عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فصل خصومات میں رشوت وغیرہ کی وجہ سے کسی کی خاطر اور رعایت کر کے خلاف حق حکم دیتے، اس لیے مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے اس آیت میں روکا گیا ہے، منقول ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا تو عثمان بن طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ نے کنجی دینے سے انکار کیا تو حضرت علیؓ نے اس سے کنجی چھین کر دروازہ کھول دیا، آپ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباسؓ نے آپ سے درخواست کی کہ یہ کنجی مجھ کو مل جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کنجی عثمان بن طلحہ ہی کے حوالہ کی گئی، آیت کا یہ سبب نزول اگر چہ خاص ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور اس کے مخاطب عوام اور حکام دونوں ہیں دونوں کو تاکید ہے کہ امانتیں انہیں پہونچاؤ جو امانتوں کے اہل ہیں، اس میں ایک تو وہ امانتیں شامل ہیں جو کسی نے کسی کے پاس رکھوائی ہیں ان میں خیانت نہ کی جائے بلکہ یہ بحفاظت عند الطلب لوٹا دی جائیں دوسرے عہدے اور مناصب اہل لوگوں کو دئے جائیں، محض سیاسی بنیاد یا نسل و وطنی بنیاد یا قرابت و خاندان کی بنیاد پر عہدہ و منصب دینا اس آیت کے خلاف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”سات قسم کے لوگوں کو اس دن اللہ تعالی عرش کا سایہ عطا فرمائے گا، جس دن عرش الٰہی کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا“۔

(۱) حاکم عادل (۲) وہ نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں پرورش پائی ہے (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی کے لیے ملاقات کرتے ہیں اور اسی کے لیے جدا بھی ہوتے ہیں (۵) وہ شخص جس کو صاحب منصب خوبصورت عورت خواہش پوری کرنے کے لیے بلائے اور وہ شخص یہ جواب دے کہ میں اللہ تعالی سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو خفیہ صدقہ کرتا ہے، کہ داہنے والا ہاتھ نے کیا خرچ کیا بائیں کو معلوم نہیں (۷) وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔ (بخاری شریف)

فائدہ: حاکم چونکہ اپنے ماتحتوں پر پورا پورا اختیار رکھتا ہے وہ صرف اللہ کے ڈر سے کسی پر ظلم نہیں کرتا، کسی کے ساتھ ناانصافی کا معاملہ نہیں کرتا، اس لیے اللہ تعالی اس حاکم عادل سے بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں اس لیے اس کو عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے، حاکم عادل شیطان کے پندرہ دشمنوں میں سے ایک ہے، روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان سے پوچھا کہ اے ملعون تیرے کتنے دشمن ہیں؟ شیطان نے جواب دیا کہ پندرہ قسم کے لوگ میرے دشمن ہیں:

(۱) سب سے پہلے آپؐ ہیں (۲) عادل بادشاہ (۳) متواضع مالدار (۴) سچا تاجر (۵) خشوع کرنے والا یکسو عالم (۶) خیر خواہی

کرنے والا مومن (۷) رحم دل نرم دل مومن (۸) توبہ کر کے ثابت قدم رہنے والا (۹) حرام سے پرہیز کرنے والا (۱۰) ہمیشہ طہارت پر رہنے والا مومن (۱۱) کثرت سے صدقہ کرنے والا مومن (۱۲) لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق پیش کرنے والا مومن (۱۳) لوگوں کو نفع پہونچانے والا مومن (۱۴) قرآن کریم کی ہمیشہ تلاوت کرنے والا مومن (۱۵) رات میں ایسے وقت میں تہجد اور نفل پڑھنے والا جس وقت سب لوگ سو چکے ہوں۔ (تنبیہ الغافلین)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان سے یہ بھی معلوم کیا کہ میری امت میں تیرے دوست کون کون ہیں؟ شیطان نے جواب دیا کہ میرے دوست دس قسم کی آدمی ہیں:

(۱) ظالم بادشاہ (۲) متکبر مالدار (۳) خائن اور جھوٹا تاجر (۴) شرابی (۵) چغلی کھانے والا (۶) زانی مرد اور عورت (۷) یتیم کا مال کھانیوالا (۸) نماز میں لاپرواہی کرنے والا (۹) زکوۃ نہ دینے والا (۱۰) وہ شخص جس کی امیدیں لمبی ہوں۔ (تنبیہ الغافلین)

قرآن کریم میں فضول خرچی کرنے والوں کو بھی شیطان کا بھائی کہا گیا ہے" اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنَ"

اَنْ تَحْکُمُوْا بِاالْعَدْلِ یعنی جب دو فریق آپس میں لڑ پڑیں اور کسی تیسرے آدمی کو حکم و ثالث منتخب کر لیں اور وہ ان کے درمیان انصاف کرے تو کسی فریق کی رعایت کئے بغیر اللہ کا خوف کرتے ہوئے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کرے جیسا کہ سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت اسود عورت نے چوری کر کے قریش کو غم میں ڈالدیا اور انہوں نے مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کون سفارش کرے، سب نے بیک زباں ہو کر کہا کہ اس کی جرأت سوائے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زید کے اور کوئی نہیں کر سکتا، چنانچہ اسامہ بن زید اس کے لیے تیار ہو گئے اور سفارش کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اتشفع فی حدمن حدوداللّٰہ" کیا تو اللہ کے حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے، پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک کئے گئے کہ جب کوئی امیر شریف آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جاتا اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر چوری کی سزا قطع ید کو جاری کر دیا جاتا اور فرمایا کہ "ایم اللّٰہ لوان فاطمہ بنت محمد صلی الله علیه و سلم سرقت لقطعت یدھا" اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ دیتا، اعاذھا اللہ منہ۔ (مشکوۃ شریف باب الشفاعۃ فی الحدود)

فریقین کا فیصلہ:

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو آدمی تمہاری طرف قضیہ پیش کریں (اور ان میں کا ایک شخص اظہار مدعیٰ کر چکے) تو جب تک تم دوسرے کی بات نہ سن لو اول شخص کے لیے فیصلہ نہ کرو، کیونکہ یہ صورت اس بات کے لائق تر ہے کہ تمہارے لیے قضیہ کی پوری کیفیت ظاہر ہو جائے۔ (ترمذی شریف)

اعلان مصطفی صلی الله علیه وسلم:

حضرت فضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑو! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دے کر جمع کرلو، تو میں نے لوگوں کو جمع کرلیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا کہ میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے، اس لیے جس کی کمر پر میں نے مارا میری کمر موجود ہے بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے حملہ کیا، میری آبرو سے بدلہ لے لے، جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے، کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھ سے بدلہ لینے سے میرے دل میں بغض پیدا ہونے

کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت میں ہے نہ میرے لیے موزوں ہے، خوب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کرے یا معاف کردے کہ میں اللہ جل شانہ کے یہاں بشاشت قلب کے ساتھ جاؤں۔ (طویل حدیث کا جز ہے خصائل نبوی)

اعلان صدیقی:

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے، آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں عدل وانصاف کے بارے میں اپنا نظریہ اس طرح واضح فرمایا کہ "وَاِنَّ اقواکم عندی الضعیف حتی آخذ له بحقه وانَّ اضعفکم عندی القوی حتی آخذ منه الحق" اور میرے نزدیک تم میں سے زیادہ طاقتور ضعیف (مظلوم) شخص ہے حتی کہ اس کا حق اس کو دلا کر رہوں گا اور میرے نزدیک تم میں سے زیادہ کمزور طاقتور (ظالم) شخص ہے حتی کہ میں اس سے (دوسرے کا) حق لے کر رہوں گا۔

عام طور پر دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ غریب اور کمزور کی فریاد تک نہیں سنی جاتی جب کہ طاقتور کی غلط حرکتوں کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ظالم کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں اور مظلوم کی امیدیں ٹوٹ کر رہ جاتی ہیں، سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں اپنا کردار واضح فرما دیا کہ میرے نزدیک ہر شخص کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔

عدل صدیقی درمعامله بیت المال:

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے مکہ کے بڑے تاجروں میں شمار ہوتے تھے، آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور یہ سلسلہ خلافت کے بعد تک جاری رکھا، مگر حضرت سیدنا عمرؓ اور حضرت عبیدہؓ نے فرمایا کہ آپ اگر تجارت میں لگے رہے تو خلافت کے کاموں میں خلل آتا ہے فرمایا کہ میں بچوں کو کیسے پالوں؟ تو دونوں حضرات نے صائب الرائے صحابہ کرام سے مشورہ کر کے بیت المال سے آپ کا وظیفہ قوت لایموت مقرر کر دیا (اس وظیفہ کی مقدار تقریباً ڈھائی ہزار درہم سالانہ تھی) ایک دفعہ بی بی صاحبہ نے کہا آج میٹھا کھانے کو جی چاہتا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المال مسلمانوں کا ہے میں تو اس میں سے زیادہ لے کر آخرت خراب کرنا نہیں چاہتا، چند روز بعد بی بی صاحبہ نے میٹھا تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ کے دریافت کرنے پر بی بی صاحبہ نے فرمایا قوت لایموت سے کچھ بچا لیتی تھی، اب کئی دنوں کا یہ جمع ہو گیا تھا اسی کا یہ حلوہ تیار کیا ہے، آپ نے فوراً بیت المال کے نگراں کو حکم دیا کہ میرے روزینہ سے اتنا مال کم کر دیا جائے، کیونکہ بغیر میٹھا کھائے بھی زندگی گزر سکتی ہے اور وہ تمام حلوہ بیت المال میں بھیج دیا کہ اس کے مستحق مجھ سے زیادہ غریب موجود ہیں اور اس روزینہ کے بارے میں بھی مرتے وقت وصیت فرمائی کہ میرا باغ فروخت کر کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے اسی بات کو دیکھ کر سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی ابوبکر پر رحم کرے آپ نے اپنے جانشیں کے لیے مشکل نمونہ چھوڑا۔

عدل فاروقی:

فاروق اعظم کی عدالت کے بارے میں تو اتنے واقعات ہیں کہ عقل حیران ہے، صرف ایک واقعہ پڑھئے جبلہ بن الایہم یہ ملوک غسان کا آخری بادشاہ ہے، اس نے اسلام قبول کیا، اس کے اسلام لانے پر تمام مسلمانوں نے خوشی کا اظہار کیا، مدینہ منورہ سے باہر نکل کر تمام مسلمانوں نے اس کا استقبال کیا، ایک دفعہ مسلمان خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے جن میں یہ جبلہ بن الایہم بھی طواف کر رہا تھا، اس کی چادر ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی تھی، ایک بدو کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا، جبلہ نے غصے سے پیچھے مڑ کر دیکھا اور اعرابی کو ایک زوردار تھپڑ رسید کیا جس سے اس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی، اس نے فاروق اعظم سے شکایت کی آپ نے اس کو بلا کر کہا کہ تو نے اس کو کیوں مارا؟ جبلہ نے جواب دیا کہ اس نے میری چادر کو روندا تھا اور اگر بیت اللہ کی حرمت مانع نہ ہوتی تو میں اس کا سر قلم کر دیتا، فاروق اعظم نے پرجوش

لہجہ میں فرمایا کہ یا تو اس کو راضی کر لے ورنہ میں تمہیں وہ سزادوں گا کہ تو یاد رکھے گا، جبلہ نے جب یہ فیصلہ سنا تو کہنے لگا (بازاری آدمی) کے بدلے مجھے سزا دیجائیگی، آپ نے فرمایا ہاں اسلام میں امیر وغریب کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا، اس نے کہا مجھے مہلت دیجئے، فاروق اعظم نے فرمایا اچھا...... جبلہ رات کو بھاگ گیا اور عیسائی ہوگیا، بعد میں جب اس کا نشہ دور ہوا تو فاروق اعظم کو خط لکھا "فلیت امی لم تلدنی ولیتنی، رجعت إلی الامر الذی قال لی عمر" کاش مجھے میری ماں نہ جنتی اور کاش میں فاروق اعظم کی بات مان لیتا اور بظاہر میری رسوائی آخرت میں میرے کام آتی، حضرت فاروق اعظم کو اپنے فیصلہ پر خوشی تھی کہ اسلام کے قانون کی خاطر اگر جبلہ جیسے ہزاروں آدمی بھی قربان کرنے پڑیں تو یہ سودا مہنگا نہیں۔

دربار خلافت عمر کا ایک دلچسپ واقعہ اورمجرم کا ایفائے عہد:

ایک دن حضرت عمر فاروق کا سادہ دربار خلافت سرگرم انصاف وعدل تھا، اکابر صحابہ موجود تھے اور مختلف معاملات پیش ہوکر طے پارہے تھے کہ اچانک ایک خوش رو نوجوان کو دو شخص پکڑے ہوئے لائے اور استغاثہ پیش کیا کہ اے امیر المومنین اس ظالم سے ہمارا حق دلوایئے اس ظالم نے ہمارے بوڑھے باپ کو مار ڈالا، حضرت عمرؓ نے اس نوجوان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں دعوی تو سن چکا، اب بتاؤ تمہارا کیا جواب ہے؟ مدعا علیہ نے پورا واقعہ بیان کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مجھ سے یہ جرم ضرور ہوا ہے میں نے طیش میں آکر ایک پتھر اس کو دے مارا جس کی ضرب کی تاب نہ لاکر وہ ضعیف مرگیا۔

حضرت فاروق اعظم نے فیصلہ صادر فرمایا کہ قانون شرعی کے مطابق قصاص کا عمل لازمی ہوگیا اور اس کے عوض تمہیں اپنی جان دینی ہوگی، نوجوان نے سر جھکا کر عرض کیا کہ مجھے قانون شریعت تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں؛ لیکن ایک بات کی درخواست ہے، ارشاد ہوا وہ کیا عرض کیا کہ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے، والد مرحوم نے کچھ سونا چھوڑا تھا اور میرے سپرد کیا تھا کہ وہ بالغ ہو تو اس کے سپرد کردوں، میں نے اس سونے کو زمین میں ایک جگہ دفن کردیا اور اس کا حال سوائے میرے کسی کو معلوم نہیں، اگر وہ سونا اس کو نہ ملا تو قیامت کے دن میں ذمہ دار ہوں گا، اس لیے اتنا چاہتا ہوں کہ عدالت تین دن کے لیے مجھے ضمانت پر چھوڑ دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدرے غور وفکر کے بعد فرمایا کہ کون ضمانت دیتا ہے کہ تو تین دن کے بعد تکمیل قصاص کے لیے چلا آئے گا اس نوجوان نے چاروں طرف دیکھا اور حاضرین عدالت کے چہروں پر ایک سرسری نظر ڈالی اور پھر حضرت ابو ذر غفاریؓ کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ یہ میری ضمانت کرلیں گے، اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو ذر غفاریؓ سے پوچھا کیا آپ اس کی ضمانت دیتے ہیں، انہوں نے فرمایا ہاں بے شک میں اس کی ضمانت دیتا ہوں، کہ یہ تین دن کے بعد عدالت میں حاضر ہوجائے گا، غور کا مقام ہے کہ ایسے جلیل القدر صحابی کی ضمانت ہے کہ حضرت عمر فاروق بھی راضی ہوگئے اور ان دونوں مدعیوں نے بھی اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کردیا اور اسے چھوڑ دیا۔

اب تیسرا دن تھا جب قانون شریعت کا نفاذ ہوتا یعنی مجرم سے قصاص لیا جاتا حضرت فاروقؓ کا دربار خلافت بدستور قائم ہوا، تمام جلیل القدر صحابہ جمع ہوگئے، دونوں مدعی بھی حاضر ہوئے حضرت ابوذر غفاری بھی تشریف لائے اور وقت مقررہ پر مجرم کا انتظار کیا جانے لگا، وقت گذرتا جارہا تھا اور مجرم کا پتہ نہیں، صحابہ کرام میں ابوذر غفاری سے متعلق تشویش ہورہی ہے، مدعیان نے بڑھ کر کہا اے ابوذر غفاریؓ ہمارا مجرم کہاں ہے؟ کمال استقامت اور ثابت قدمی سے انہوں نے جواب دیا اگر تیسرے دن کا وقت مقررہ گذر گیا اور تمہارا مجرم نہ آیا تو خدا کی قسم میں اپنی ضمانت پوری کروں گا، عدالت فاروقی بھی جوش میں آئی، حضرت فاروق اعظم بھی سنبھل کر بیٹھے اور فرمایا کہ اگر وہ نہ آیا تو ابوذر کی نسبت عدالت کی وہی کارروائی ہوگی جس کی شریعت متقاضی ہوگی، خلیفہ وقت کی عدالت سے اس حکم کا جاری ہونا تھا کہ صحابہ کرام

میں تشویش پیدا ہوگئی اور بعض صحابہ آبدیدہ ہوگئے، مجبور ہوکر بعض صحابہ کرام نے مدعیان سے کہنا شروع کیا کہ تم خون بہا قبول کرلو، مدعیان نے قطعی انکار کیا اور کہا کہ ہم خون کے بدلے خون ہی چاہتے ہیں۔

غرض لوگ اس پریشانی میں تھے کہ اچانک مجرم نمودار ہوا، مگر اس حالت میں کہ پسینہ میں ڈوبا ہوا اور سانس پھولی ہوئی تھی وہ آتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سامنے پیش ہوا اور خندہ پیشانی سے سلام کیا، اور عرض کیا کہ میں نے اس بچہ کو اس کے ماموں کے سپرد کردیا اور اس کی کل جائیداد انہیں بتادی، اب آپ جو خدا اور رسول کا حکم ہو اسے بجالائیں۔

حضرت ابوذر غفاری جو ایسے نازک وقت پر بھی کمال استقامت اور ثابت قدمی کے پیکر تھے، ارشاد فرمایا کہ اے امیر المومنین خدا کی قسم میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ مجرم کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے اور نہ اس سے پہلے کبھی اس کی صورت دیکھی تھی، حاضرین عدالت میں سب کو چھوڑ کر اس نے مجھے اپنا ضامن بنایا تو مجھے انکار کرنا مروت کے خلاف معلوم ہوا اور اس کے چہرے نے مجھے یقین دلایا کہ یہ شخص اپنے عہد میں سچا ہوگا اس لیے میں نے اس کی ضمانت کرلی۔

مجرم کے اس تشویشناک وقت میں آپہنچنے پر حاضرین میں ایسا غیر معمولی جوش پیدا ہوگیا کہ دونوں مدعیوں نے خوشی میں آکر عرض کیا، اے امیر المومنین ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کیا، سب حاضرین کی طرف سے نعرۂ مسرت بلند ہوا اور خلیفۂ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا کہ مدعی نوجوانوں! تمہارے باپ کا خون بہا میں بیت المال سے ادا کروں گا، انہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین ہم اس حق کو خاص خدا کی خوشنودی کے لیے معاف کرچکے ہیں، لہٰذا اب ہمیں کچھ لینے کا حق نہیں اور نہ لیں گے۔

یہ ایفائے عہد کا کرشمہ تھا جو ایسے نازک ترین وقت پر مجرم سے قصاص نہ لیا جاسکا اور اس کی جان بچ گئی اور اس عجیب وغریب وفائے عہد کا واقعہ ایسی مسرت وشادمانی پر ختم ہوا۔

عدل عثمانیؓ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ تنبیہاً اپنے غلام کا کان مروڑ دیا، اس کے بعد خوف خدا کا اسقدر غلبہ ہوا کہ غلام سے فرمایا کہ تو مجھ سے قصاص لے لے، تو بھی میرا کان مروڑ دے، اس نے حکم کی تکمیل کی، آپ نے فرمایا کہ زور سے مروڑ کیونکہ میں نے بھی زور سے مروڑا تھا اور فرمایا کہ دنیا میں قصاص کا ہوجانا آخرت کے قصاص سے بہتر ہے۔

عدل علیؓ:

خلافت علی مرتضیٰ کا دور ہے، سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک درع (جنگی ڈھال) گم ہوگئی جو قیمتی ہونے کے علاوہ انہیں بہت پسند تھی، کچھ دنوں کے بعد کوفہ کے بازار میں ایک یہودی اس کو فروخت کررہا تھا، سیدنا حضرت علی نے جب یہ دیکھا تو پہچان گئے اور اس یہودی سے کہا یہ درع تو میری ہے، فلاں دن فلاں مقام پر میری اونٹنی سے گرگئی تھی پھر نہیں ملی، یہودی نے کہا امیر المومنین درع تو میری ہے اور عرصہ سے میرے قبضہ میں ہے، سیدنا علی نے فرمایا میں نے یہ درع نہ کسی کو فروخت کی ہے، نہ تحفہ میں دی ہے، پھر تیرے قبضہ میں کیونکر آئی یہودی مطمئن نہیں ہوا اور اپنی ملکیت ہی کا دعویٰ کرتا رہا، آخر اس نے کہا امیر المومنین اگر آپ دعویٰ میں سچے ہیں تو عدالت سے رجوع ہوں، یہودی کا یہ خیال تھا کہ قاضی شریح غیر مسلموں کی رورعایت کرکے میری تائید کردیں گے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ راضی ہوگئے، دونوں قاضی شریح کی عدالت میں پہونچے، قاضی شریح نے کہا امیر المومنین آپ کا کیا دعویٰ ہے؟ سیدنا علی نے فرمایا کہ میری یہ قیمتی درع فلاں رات فلاں مقام پر گم ہوگئی تھی، کچھ دنوں بعد میں نے دیکھا کہ بازار میں یہ شخص اس کو فروخت کررہا ہے، میں نے اس سے کہا کہ درع تو میری ہے لیکن یہ مسلسل انکار کررہا ہے، جب میں نے اپنی درع نہ کسی کو فروخت کی، نہ کسی کو تحفہ میں دی، تو پھر یہ درع اس کی ملکیت میں کیونکر آئی، قاضی شریح نے یہودی سے بھی دریافت کیا اس نے کہا کہ عالی جناب میں امیر المؤمنین کو جھوٹا قرار نہیں دیتا البتہ درع میری ہے اور

عرصہ دراز سے میرے قبضہ میں ہے، قاضی شریح امیرالمومنین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ یقیناً آپ سچے ہیں یہ درع آپ کی ہے، ہم آپ کو متہم نہیں کرتے؛ لیکن امیرالمومنین آپ اپنے دعوی پر دو گواہ پیش کریں جو آپ کے دعوی کی تصدیق کرتے ہوں، حضرت علی نے دو گواہ پیش کئے، ایک ریحان جنت امام حسنؓ اور دوسرے آزاد کردہ غلام قنبر یہ دونوں گواہی دیتے ہیں (حضرت علیؓ اور قاضی شریح کا اس میں اختلاف ہے کہ بیٹا باپ کی گواہی دے سکتا ہے اور قاضی شریح کے نزدیک نہیں دے سکتا) (اوجزالمسالک) قاضی شریح نے گواہوں پر جرح کی کہ حسن چونکہ آپ کے بیٹے ہیں اس لیے صاحبزادے حسن کی گواہی مقبول نہیں اور کوئی گواہ پیش کیجئے، سبحان اللہ! ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کی جاتی جو جنتی ہے، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا "الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة" حسن حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، قاضی شریح نے کہا کیوں نہیں، میں نے یہ ارشاد سنا ہے؛ لیکن امیرالمومنین میں بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں سمجھتا، لہٰذا دوسرا گواہ پیش کیجئے، حضرت علی نے فرمایا میرے پاس دوسرا اور گواہ نہیں ہے، قاضی شریح نے یہودی سے فرمایا کہ تو قسم کھاتا ہے کہ یہ درع تیری ہے اس نے جھٹ سے قسم کھالی، قاضی نے خلیفہ وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف فیصلہ دیدیا اور درع یہودی کو دیدی، دونوں عدالت سے باہر نکلے، حضرت علیؓ نہایت ہشاش بشاش تھے، وہ یہودی حیران ہوا اور کہنے لگا کہ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ باوجود اس بات کے قاضی شریح آپ کا ماتحت افسر ہے اور آپ سے تنخواہ لیتا ہے اور پھر آپ کے خلاف فیصلہ کرتا ہے اور آپ پھر بھی خوش ہیں، آپ نے فرمایا میں اس لیے خوش ہوں کہ اس نے اسلامی قانون کے مطابق صحیح فیصلہ فرمایا، یہودی قاضی شریح اور امیرالمومنین کا یہ اسلامی کردار دیکھ کر جھک گیا اور بآواز بلند کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ جس دین کا یہ تقاضہ ہے وہ دین حق اور سچا ہے پھر یہودی نے کلمہ شہادت پڑھا "اشهد ان لا اله الله و اشهدان محمدا عبده و رسوله" اور عدالت کے کمرے سے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا، اس کے بعد قاضی شریح سے کہنے لگا کہ عالی قدر یہ درع حقیقتاً امیرالمومنین کی ہے، اب امیرالمومنین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ حق واضح ہوگیا ہے، تو اس نومسلم سے فرمایا کہ تو بھی سچا، تیری بات بھی سچی، میں نے یہ درع تجھ کو معاف کردی اور مزید یہ گھوڑا بھی تحفۃً پیش ہے۔

انصاف اور ایثار کے اس عظیم واقعہ کو زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ فرقہ خوارج کے خلاف جس کی سرکوبی کے لیے امیرالمومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ یوم النہروان میں مصروف قتال تھے، یہی نومسلم نوجوان امیرالمومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرکہ میں پیش پیش تھا اور پھر قتال میں شہید ہوگیا (فرحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ) خیرالقرون کے بعد حکام میں ایک حاکم عادل کا قصہ بھی پڑھئے۔

عدل سلطان مرادشاہ ترکی:

سلطان مراد نے اقلیم خجند سے ایک معمار بلوایا اور اسے مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا، جب مسجد تعمیر ہوچکی تو سلطان مراد اسے دیکھنے آیا بادشاہ کو مسجد کی تعمیر پسند نہ آئی، بادشاہ نے غصہ میں آکر معمار کا ہاتھ کاٹ دیا، اس معمار نے عدالت میں جاکر دعوی دائر کردیا، قاضی نے بادشاہ وقت کو عدالت کے کٹہرے میں مدعی کے ساتھ لاکھڑا کردیا، ڈاکٹر اقبال مرحوم نے، اس کو رقت انگیز لہجے میں یوں بیان کیا ہے۔

رنگ شاہ از ہیبت قرآں پرید   پیش قاضی چو خطا کاراں رسید

یعنی قرآن کی ہیبت وجلال سے بادشاہ کا رنگ فق ہوگیا اور جب وہ قاضی کے سامنے خطا کاروں کی طرح پیش ہوا تو اس وقت عجیب مسحور کن منظر تھا۔

یک طرف فریادی و دعوی گرے   یک طرف شاہنشد گردوں فرے

یعنی ایک طرف فریادی کھڑا تھا اور دوسری طرف شوکت اور دبدبہ والا بادشاہ، بادشاہ نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا، بادشاہ ندامت وخجالت کی حالت میں کھڑا تھا قاضی نے فیصلہ سنایا۔

گفت قاضی فی القصاص آمد حیات   زندگی گیرد بایں قانون ثبات

قاضی نے کہا اب آپ سے قصاص لیا جائے گا، اس قانون پر عمل کرنے سے ہی زندگی کو استحکام نصیب ہوتا ہے۔

فائدہ: آیت مبارکہ "ولکم فی القصاص حیوۃ یااولی الالباب" میں فلسفہ قصاص بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے فرمایا:

عبد مسلم کمتر از احرار نیست   خوں شہ رنگین تر از معمار نیست

عدالت کے سامنے آزاد وغلام دونوں یکساں ہیں، معمار کے بازو سے بہنے والا خون بھی اتنا ہی سرخ ہے، جتنا بادشاہ کا خون سرخ ہے:

چوں مراد این آیۂ محکم شنید   دست خویش از آستیں بیروں کشید

سلطان مراد نے جب محکم آیت کو سنا تو سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنا ہاتھ آستین سے باہر نکالا تا کہ اس کو قصاص میں کاٹ دیا جائے۔

مدعی را تاب خاموشی نماند   آیۂ بالعدل والاحسان خواند

یہ منظر دیکھ کر مدعی کو یارائے ضبط نہ رہا، فوراً اس نے یہ آیت پڑھی "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان" اور اس نے کہا مجھے انصاف مل گیا میں نے شاہ کو معاف کر دیا۔ فاعتبروا یااولی الابصار

﴿بقیہ صفحہ ۲۹/کا﴾ جارحیت ودہشت گردی، فحش وبدکاری، بدچلنی، عریانیت وبے حیائی، زنا وحرامکاری، جنسی استحصال ظلم وستم، جور واستبداد اور سائبر جرائم کے ایسے دلدوز اور انسانیت سوز واقعات پیش آرہے ہیں کہ شیطان لعین بھی شرم سے پانی پانی ہو جائے۔

اس دنیا کے افق پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، لیکن دنیا ہے کہ شہر خموشاں بنی ہوئی ہے، ایک ہو کا عالم طاری ہے، خواہشات نے قویٰ کو مفلوج اور اعضاء کو مضمحل کر دیا ہے، آنکھیں پتھرا گئی ہیں اور کان سن ہو چکے ہیں، ساری انسانیت سمندر کی متلاطم موجوں کا شکار ہو چکی ہے، لیکن ہاں ایک صدا ہے، ایک ندا ہے، جس کی صدائے بازگشت ساری دنیا میں سنائی دے رہی ہے، وہ اللہ اکبر کی صدا ہے، اے انسانیت! خواب خرگوش سے بیدار ہو جا! امت محمدیہ! ملت اسلامیہ! ہشیار باش، ہوشیار، لیکن...... ہے کوئی جو اس صدا کا جواب دے؟ ہے کوئی جو اس پکار پر لبیک کہے؟۔ (ترجمہ: محمد شعیب ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

حضرت مولانا محمدھاشم صاحب قاسمی

نائب مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور کا گرامی نامہ

محترمی جناب مولانا مفتی محمد مسعود صاحب عزیزی ندوی دامت برکاتہم

مدیر ماہنامہ نقوش اسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا غائبانہ تعارف تو پہلے سے تھا کیونکہ رسائل وجرائد میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے، جن کو پڑھنے کا موقع ملا، پھر جب سے نقوش اسلام کی اشاعت شروع ہوئی، تو مولانا حبیب اللہ صاحب قاسمی کے پاس گاہے گاہے اس کا مطالعہ کیا، اس سے قربت بڑھتی گئی اور آپ کے کمالات کا اثر قلب میں جاگزیں ہو گیا، مگر بالمشافہ ملاقات کا موقع نہ مل سکا، اتفاق سے آپ مولانا عزیز اللہ صاحب ندوی سکریٹری" ادارۃ الصدیق عائشہ للبنات بہٹ" کی معیت میں جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور میں تشریف لائے گجرات کے کچھ حضرات علماء کرام بھی آپ کے ساتھ تھے، تب آنجناب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور غائبانہ تعارف میں آپ کی شخصیت کے جو کمالات واوصاف میرے پیش نظر تھے وہ مشاہدہ میں آ گئے اور اثر کم ہونے کے بجائے بڑھتا چلا گیا، پھر آپ نے اپنی تصانیف پیش کر کے احسان فرمایا جس میں **"الامامۃ فی الصلاۃ مسائلھا و احکامھا"** اور "تذکرہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ" وغیرہ تھیں، میں نے ان کا مطالعہ کیا، تو آنجناب کے علمی تفوق کا اندازہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحب قلم، صاحب علم بنایا ہے۔

آپ کا ماہنامہ نقوش اسلام رسائل وجرائد میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس کے مضامین علمی وفکری ہوتے ہیں، خاص طور پر آپ کے اداریئے بہت معلومات افزاء اور دلکش ہوتے ہیں۔

دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے اور آپ کی کتابوں اور نقوش اسلام کو قبول فرمائے، نیز آپ کے مشن وتحریک کو ترقیات سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

محمد ہاشم قاسمی

جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور   ۱۴۲۸/۳/۲۳ھ پنجشنبہ

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: تعارف وتبصرہ کتب نمبر یعنی حقانی تبصرے

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات: ۳۱۵

طباعت: ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ جنوری ۲۰۰۷ء

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ، سرحد، پاکستان

زیر تبصرہ کتاب دراصل ماہنامہ ''القاسم'' کی خصوصی اشاعت ہے جو مولانا عبدالقیوم حقانی کے رشحات قلم ہیں، مولانا موصوف پابندی سے ایک مؤقر رسالہ ماہنامہ ''القاسم'' کے نام سے نکالتے ہیں، جو ہندوستان و پاکستان میں مقبولیت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اس کے مدیر محترم گاہے گاہے اس کے خصوصی نمبرات بھی شائع کرتے رہتے ہیں، یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی زرین، سنہری اور اہم دسویں کڑی ہے، جو دوشماروں کے انضمام کی شکل میں جنوری وفروری ۲۰۰۷ء کی اشاعت ہے، مولانائے محترم نے اس نمبر کو رسائل وجرائد اور اسلامی صحافت کی دنیا میں پہلی منفرد کاوش اور اپنی نوعیت کی پہلی عظیم علمی دستاویز کی حیثیت سے اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جس میں انہوں نے سال گذشتہ ۲۰۰۶ء میں شائع ہونے والی ۲۰۰ر کتابوں پر تبصرہ وتعارف کو یکجا کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ۲۳ر ابواب پر مشتمل ہیں:

قرآنیات، تفسیر وحدیث، فقہ واحکام اور حکم، عقائد اور تصوف وسلوک، سیرت خاندان نبوت اور تذکار صحابہ، تذکرہ وسوانح اور تاریخ، مضامین ومقالات اور مکتوبات، مواعظ وخطابت، درسی کتب، رسائل وجرائد، خصوصی اشاعتیں، ادبیات، ردفرق باطلہ القاسم اکیڈمی کی بعض مطبوعات، مدیر محترم اپنی اس کتاب کے نقش اول میں تحریر کرتے ہیں ''سال بھر میں ہمہ جہتی موضوعات پر طبع ہونے والی جدید مطبوعات پر تعارف وتبصرے کا مقصد معاشرے میں علم ومطالعہ اور کتاب کی اہمیت کا اجاگر کرنا ہے، نیز تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، ادب...... الغرض کوئی بھی موضوع ایسا نہیں جس پر ادارے کو موصول ہونے والی کتاب کو متعارف نہ کرایا گیا ہو، ہمارے مصنفین ومحققین علماء وادباء دانشوروں اور ارباب علم وقلم اپنی اپنی کتابوں میں فکر وخیال کی تہذیب کرتے ہیں، اسے جلا بخشتے ہیں، مسائل کے تحقیقی تجزئے کرتے ہیں، معاشرے کی نفسیاتی تحلیل کرکے اس کے علل وعوارض کا مداوا کرتے ہیں، قرآن کی تفسیر، حدیث کی تشریح، فقہ کی توضیح کرتے ہیں، اپنے روایات واقدار کے بحر کی غواصی کرکے عقل وخرد کے گوہر آبدار ڈھونڈ نکالتے ہیں اور ان کی روشنی میں معاملہ فہمی، نکتہ دانی اور حقیقت شناسی سے اپنے معاملات ومسائل کا حل تجویز کرتے ہیں''۔

درحقیقت مولانا نے بڑی عرق ریزی سے محنت وجانفشانی، دیانت داری واخلاص وجذبے کے ساتھ موصول ہونیوالی تمام کاوشوں پر اپنے خیالات کا جس خوبصورتی سے اظہار کیا ہے، اس سے نہ صرف کتابوں، رسالوں اور تحریروں کے سلسلے میں ان کی قدردانی کا پتہ چلتا ہے؛ بلکہ ان کا تعارف کراتے ہوئے جس طرح انہوں نے اپنی کتاب زندگی کھول کر رکھدی ہے وہ بذات خود ان کی اپنی صلاحیت ونکھار اور جذب دروں اور قلمکاروں کے تئیں اپنی محبت وعقیدت وسیع الظرفی اور وسیع النظری کا ثبوت پیش کیا، جب کہ اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں، کہ عام طور پر جو رسائل وجرائد نکلتے ہیں، ان میں مصلحت بینی اور دوسروں کی کاوشوں کے تئیں حد درجہ احتیاط برتی جاتی ہے، اس کم علم وکم آگاہ کے نزدیک موجودہ دور کے پرچوں میں ماہنامہ ''القاسم'' پہلا پرچہ ہے جس نے اس موضوع پر بڑی فراخدلی اور حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے، یہاں تک کہ اپنے قرب وجوار کی اکیڈمیوں، مدرسوں جامعوں اور کتب خانوں کی کتابوں ورسائل اور اپنے ہم عصر بلکہ بعض چھوٹوں کی کتابوں پر بھی دریا دلی کے ساتھ اپنے اشہب قلم کے موتی بکھیر دیئے ہیں، ورنہ تو ہمارے ملک میں اس وقت ماہنامہ ''اردو بک ریویو'' صرف ایک ایسا رسالہ ہے جو تعارف وتبصرہ کا کام کرتا ہے، جو تمام نئی تخلیقات کو اپنے رسالہ میں جگہ دیتا ہے؛ کیونکہ یہ پرچہ ہی سراپا تعارف وتبصرہ ہے یعنی اس کے وجود کا مقصد ہی یہی ہے، نیز وہ کسی تحریک یا ادارے کا ترجمان نہیں ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی اور پرچہ تعارف وتبصرہ کا کام کرتا ہی نہیں، بلکہ اکثر پرچوں میں شخصیت پرستی یا پھر مفاد پرستی کی بنا پر تعارف وتبصرہ کیا جاتا ہے، مولانا عبدالقیوم صاحب کی یہ کاوش اس حیثیت سے منفرد وممتاز ہے اور معاصر پرچوں کے لیے درس عبرت بھی ہے، اگر کوئی کسی کی حوصلہ افزائی کرے گا تو خود اس کی عزت ہوگی، اللہ تعالی مولانا کی کوشش کو قبول فرمائے اور رسالہ کے زیادہ سے زیادہ قارئین مہیا فرمائے بلکہ اس کو عالمگیر اور حقیقت میں قاسم دین وفکر بنائے، اس پر ہم مولانا کو اور ان کے تمام رفقاء ومعاونین کو مبارکباد دیتے ہیں اور اس طرح کی کاوشوں کی مستقبل میں بھی امید رکھتے ہیں، اللہ تعالی مولانا کو بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔

نام کتاب: عورتوں کے لیے اسلام کے تحفے

نام مصنف: حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

صفحات: ۳۲ر

ناشر: اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرنسل لا بورڈ خانقاہ رحمانی مونگیر

یہ کتاب مشہور عالم دین زبردست فقیہ حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی ایک بیش بہا تصنیف ہے، حضرت مولانا کی تحریریں بڑی نپی تلی محتاط اور اپنے اندر علم وفکر کا سمندر لیے ہوئے ہوتی ہیں، کتاب کے مقدمہ میں حضرت مولانا ولی رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر تحریر فرماتے ہیں ''عورتوں کی حیثیت اور عظمت سے متعلق یہ مختصر اور قیمتی رسالہ پیش خدمت ہے، جس میں احتیاط کیساتھ جائزہ لیا گیا ہے کہ تاریخ انسانی کی بعض اہم تہذیبوں اور بعض مشہور مذاہب میں عورتوں کا کیا مقام ومرتبہ رہا ہے، پچھلے زمانہ میں انہیں کس نظر سے دیکھا گیا، ان کے ساتھ کیا برتاؤ رہا، انہیں سماج میں کیا حیثیت دی گئی اور ان کی عظمت کس درجہ مانی گئی ہے، رسالہ میں عورتوں کے متعلق اسلامی تعلیمات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، اور واضح کیا گیا ہے کہ اسلام کا عورتوں کے بارے میں نقطہ نظر کیا ہے؟ مسلم سماج میں ان کی کیا حیثیت ہونی چاہئے؟ مردوں کا ان کے ساتھ کیسا رویہ ہو؟ چند صفحات میں بڑے کام کی باتیں آ گئی ہیں اور ایجابی طور پر بعض بڑے اہم سوالات کے جوابات بھی رسالہ میں موجود ہیں''۔

اس لیے یہ کتاب ہر مسلمان مرد خاص طور پر ہر عورت کے پاس ہونی چاہئے، کتاب کی اشاعت اور ترجمہ کرنے کا اذن عام ہے اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ قبولیت عطا فرمائے اور حضرت مصنف کا سایہ تادیر قائم فرمائے۔

نام کتاب: Daily Recitations (یومیہ اذکار)

مؤلف: مولانا محمد نعمت اللہ عسکری ندوی

صفحات: ۱۰۰ر

ناشر: مکتبہ الہدیٰ مخدومیہ مسجد مخدوم کالونی، بھٹکل (کرناٹک)

زیر تبصرہ کتاب ''یومیہ اذکار'' مولانا محمد نعمت اللہ عسکری ندوی کی کاوش ہے، اس وقت ہمارے سامنے اس کا انگریزی ترجمہ ہے، ترجمہ بڑا سلیس، عمدہ اور عام فہم ہے، ترجمہ نگاری کا کام جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے انگریزی کے استاذ جناب ماسٹر ملا حسین صاحب نے کیا ہے، اس کتاب میں شروع میں اسماء حسنی پھر منزل جس میں مختلف قرآنی آیات اور دعائیں ہیں، صبح کی دعائیں شام کی دعائیں رات کی دعائیں، غرضیکہ دن رات میں ہر وقت و ہر موقع کے اذکار ودعائیں اور زندگی کے ہر عمل سے متعلق مسنون دعائیں اس کتاب میں موجود ہیں دعاؤں کے ذریعے سے انسانی زندگی میں سکون بھی ملتا ہے، بہت سی مشکلات وپریشانیاں بھی دور ہوتی ہیں، اتباع سنت کا جذبہ اور اہتمام بھی پیدا ہوتا ہے، کتاب ایسی ہے کہ ہر مسلمان کے پاس بلکہ اس کی جیب میں اس کا ہونا ضروری ہے، تا آنکہ تمام مسنون دعائیں زبانی یاد ہو جائیں، یہ کتاب جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک اور مکتبہ الہدیٰ بھٹکل اور مولانا ابو الحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل سے منگائی جاسکتی ہے۔

نام کتاب: سہ ماہی ادراک

مدیر مسئول: مولانا عبدالسلام نجے القاسمی

صفحات: ۸۸ر

فی شمارہ: ۲۵ر روپئے

ناشر: مدرسہ فیض العلوم نیرل کوکن رائے گڑھ، مہاراشٹر

زیر تبصرہ مجلّہ سہ ماہی ادراک مولانا عبدالسلام صاحب قاسمی امام وخطیب جالی محلّہ شافعی مسجد ممبئی، بانی مدرسہ فیض العلوم نیرل کوکن کی زیر ادارت محرم ۱۴۲۸ھ سے نکلنا شروع ہوا ہے، مجلّہ بہت اہم اور معیاری ہے مضامین کی ترتیب بھی قابل تحسین اور دل کو اپنی طرف متوجہ کرنے والی ہے، مولانا موصوف نے اس مجلّے میں ۲۸ر مضامین کو بہترین انداز میں سمو دیا ہے، مثلاً:

(۱) فکر آخرت (۲) تفسیر سورہ فاتحہ (۳) اخلاص اکی اہمیت (۴) سال نو کا پیغام (۵) قرآن مجید اور دہشت گردی (۶) دعا کے معجزانہ اثرات (۷) دعا اظہار عبدیت اور قربت الٰہی کا ذریعہ (۸) قرآن جیسا (مثل) کیوں نہیں؟ (۹) حضرت امام شافعی اور ان کی عظیم فقہ (۱۰) پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے (۱۱) ''انصاف'' پرامن سماج کا ضامن (۱۲) حاصل کائنات ''عبادت الٰہی'' (۱۳) ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں (۱۴) ایک مہذب وشائستہ راہزن اور اس کی تباہ کاریاں (۱۵) صحابیت انسانیت کی معراج (۱۶) مسلمانوں کی سائنسی ایجادات (۱۷) دور حاضر میں مسلمانوں کی زبوں حالی (۱۸) جنگ آزادی کے نقوش تاریخ کے صفحات پر (۱۹) علم طب کے ارتقائی منازل (۲۰) ماہ محرم الحرام کی خصوصیات اور اس کا خاص پیغام (۲۱) خطہ کوکن میں علمی سرگرمیاں (۲۲) تعارف وتبصرہ (۲۳) آپ کے مسائل فتاوی کے آئینے میں۔

اس کے بعد طلبہ کا گوشہ ہے، جس میں طلبہ کو بھی میدان صحافت وقلم میں نبرد آزمائی کی دعوت مشق دی گئی ہے، جس میں طلبہ کے نوآموز قلم سے پانچ مضامین اس طرح سے ہیں:

(۲۴) سنت کی اہمیت (۲۵) ''لفظ طالب علم'' ایک دعوت فکر (۲۶) محسن انسانیت (۲۷) نیکی وبدی کا انحصار دل پر ہے (۲۸) نصیحت وخیر خواہی۔

اس طرح مجموعی اعتبار سے یہ مضامین مجلّہ کی ترقی وکامیابی کی ضمانت دیتے ہیں، مجلّہ کی کتابت، طباعت عمدہ اور سرورق ٹائیٹل بھی پرکشش وجاذب نظر ہے، اس لیے یہ مجلّہ اس قابل ہے کہ اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جائے اور اس کو زیادہ سے زیادہ قارئین تک پہونچایا جائے، اس سے انشاء اللہ قلب وجگر کے اندر ایک نئی روح، نیا جذبہ وشوق ولگن اور دینی اسپریٹ پیدا ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔

رسالہ ہیڈ آفس ۱۱۰ر باپوکھوٹے اسٹریٹ جالی محلّہ ممبئی نمبر۳ر سے بھی منگایا جاسکتا ہے۔

مراسلات

Markazu Ihyail Fikril Islami Muzffarabad.Saharanpur(u.p)

مکرمی ومحترمی جناب مولانا مفتی قاری محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب

چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''نقوش اسلام''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہٗ خدا کرے مزاج عالی مع تمام رفقاء ''نقوش اسلام'' بعافیت ہوں، یہ عاجز بھی بفضلہ تعالی بعافیت ہے، ضروری بات یہ ہے کہ شدتِ انتظار کے بعد ماہنامہ ''نقوش اسلام'' موصول ہوا، تمام مضامین پر نظر ڈالی، الحمدللہ سبھی مضامین بہت معیاری ہیں، خاص طور پر اداریہ جو سفر'' بھٹکل، ممبئی، اکل کوا، بھروچ اور سورت'' کی ایسی روداد ہے جس کو آپ ہی کی زبان کی ترجمانی میں کہ ''سفر سفر ہے اس سے بہت سے تجربات بھی ہوئے اور بعض حقائق بھی سامنے آئے مختلف الخیال وافکار ونظریات کے لوگوں سے ملاقات بھی ہوئی، کہیں امیدیں وابستہ ہوئیں، کہیں مایوسیاں ہوئیں، کہیں اچھا لگا، کہیں دل کو تھامنا پڑا، بہر حال اللہ تعالی اپنا محتاج رکھے کسی کا محتاج نہ بنائے (آمین) بہت خوب لگا اور اس کیفیت کو خود بھی محسوس کیا، اسی طرح استاذ الاساتذہ حضرت مولانا زکریا صاحب سنبھلی مدظلہ العالی کا مضمون سیرت پر بہت ہی چشم کشا ثابت ہوا، خدا ان اوصاف حمیدہ سے ہم سب کو متصف فرمائے۔

ادبی دنیا کے معروف مولانا نسیم اختر شاہ قیصر نے موجودہ دور میں ''رزق حلال کی جستجو'' کے سلسلہ میں بے اعتدالیوں پر جو قدغن لگایا ہے، اس تحریر کو اگر موجودہ دور میں سامنے رکھا جائے تو انشاءاللہ اصل بیماری کا علاج ممکن ہے، کیونکہ حرام مال ہی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔

صرف یہ پرچہ یکجہتی نہیں؛ بلکہ ہر سمت کو اپنے میں سموئے ہوئے ہے، حالات حاضرہ کی نبض پر ہاتھ رکھ کر جناب محمد زکریا ورک صاحب نے ''یورپ کی بھیانک مذہبی عدالت کی سرگزشت'' پیش کر کے حقائق کی صحیح تصویر پیش کی اور ثابت کر دیا کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے؟ اور ہم کہاں خواب غفلت میں سو رہے ہیں؟ اور پھر مکتوبات اکابر کا سلسلہ تو ایسا ہے جس سے روح وقلب کو جلا ملتی ہے اور ہر کام کرنے والے کے لیے راہ عمل کھلتی ہے۔

اسی طرح ایک مضمون تو بہت ہی حوصلہ افزا ثابت ہوا کہ ''دو عیسائی لڑکیاں اسلام کی آغوش میں'' یہ مضمون مولانا ابرار احمد اجراوی کے رواں قلم سے ہے، ایسے مضامین کی اشاعت آج کے پرآشوب دور میں مہمیز کا کام دیتی ہے، مولانا نظام الدین ندوی صاحب کے اس سے قبل بھی اس سے ملتے جلتے مضامین پڑھنے کو ملے اور یہ ایک حقیقت کی جانب واضح اشارہ ہے کہ جب تک خدائے وحدہ لاشریک سے رشتہ مضبوط و مستحکم نہ ہوگا اس وقت تک سب لاحاصل ہے، اس لیے ایسے مضامین کی اشاعت آج کی صحافت کی اہم ضرورت ہے اور حضرات ذمہ داران مدارس جن حالات سے دوچار ہیں ان کی نقاب کشائی کے لیے جناب محمد ارشد فیضی صاحب کا بصیرت افروز مضمون ''اہل مدارس کے لیے غور خوض کے کچھ اہم پہلو'' اپنی پوری شان کے ساتھ پرچہ کی زینت ہے جس سے ماضی کی تلافی، حال کی رہنمائی اور مستقبل کی تابنا کی ممکن ہے، سلسلۂ تبصرہ میں خطبات ہاشم کی جلد اول کا ذکر ہے یقیناً یہ خطبات اپنی نوعیت میں منفرد ہیں ان کو پڑھنے کا شوق تو اسی وقت سے ہے جب خود صاحب خطبات نے ندوۃ العلماء میں ایک ملاقات پر فرمایا تھا کہ کل چھٹملپور تشریف لایئے اس لیے کہ کل ''خطبات ہاشم'' کے اجراء کی تقریب ہے، مگر آج تبصرہ پڑھ کر مزید بے چینی بڑھ گئی کہ کاش جلد موصول ہو اور تشنگی بجھ سکے۔

جناب مولانا حمید اللہ صاحب قاسمی کبیر نگری جو غالباً ''نقوش اسلام'' کے مستقل قلم نگار ہیں، ان کا مضمون ''کیسا بے رحم ہے انسان'' کے عنوان ہی سے واضح ہے۔

جناب مولانا محمد عمر مجاہد پوری مدظلہ العالی کا اس سے قبل جنت کی سیر پڑھا اور کئی بار پڑھا اس مرتبہ جہنم کے خوفناک مناظر پڑھنے سے پہلے ہی دل کی حالت میں تغیر ہوا، بس خدا ہی اپنے فضل سے بچا سکتا ہے، خدا ہم سب کی حفاظت فرمائے، ایسے اصلاحی مضامین سے امت میں بہت جلد تبدیلی آسکتی ہے اور یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عالیہ قرآن کریم میں بیان فرمائی گئی ''بشیر ونذیر'' اس طرح کے مضامین ہر پرچہ کا اٹوٹ حصہ ہیں جن کے شائع کرنے کی ذمہ داری ایڈیٹران حضرات پر ہے، امید ہے کہ یہ پیغام نقوش اسلام کی زبانی موجودہ تمام جرائد کی دنیا تک پہونچے گا۔ (انشاءاللہ)

مرکز میں جلسہ تقسیم انعامات واصلاح معاشرہ کی رپورٹ جس کو ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی صاحب نے پیش کیا بہت امید افزاء ہے، خدا مزید ترقیات سے نوازے، اس سے بڑھ کر نظر بد سے بچائے، مراسلات کے کالم میں اس نا کارہ کا خط بھی شامل ہے، جس کے چھپنے کی اطلاع برادرم مولوی فتح محمد عبد الحمید ندوی رفیق دار العلوم ندوۃ العلماء نے ۱۱ راپریل ۲۰۰۷ء کو بعد نماز ظہر مسجد ندوۃ میں یہ کہتے ہوئے دی کہ ناصر بھائی خوشخبری ہو آپ کا خط چھپ گیا اور ''یہ دیکھئے'' مفتی صاحب! یہ آپ کی وسعت قلب کی بات ہے کہ ہم طلبہ کو سراہ کر ہمت افزائی کرتے ہیں۔ جزاکم اللہ خیرا

آخری صفحہ جو ''عالمی خبریں'' کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے، اس میں موجودہ خبروں کے علاوہ دیگر وہ خبریں جو قارئین تک دیر میں پہنچ پاتی ہوں یا بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہوں شائع کی جائیں اور ان خبروں کے لیے جو فی الوقت شائع ہیں الگ سے ایک کالم ''ادارہ کے شب وروز'' یا ''روداد چمن'' یا اس طرح کا کوئی عنوان قائم کر لیا جائے تو شاید زیادہ موزوں رہے گا، باقی آپ کی صوابدید پر ہے۔

اسی طرح گزشتہ شماروں میں کچھ کالمز (Colums) جیسے وصایا مفکر اسلام، ہندوستان کا دستور، اسلام میں پردہ کی اہمیت، اگر ان مضامین کی قسطیں باقی ہوں تو ان کو جلد شائع کیجئے تا کہ ان مضامین کی تکمیل ہو اور قارئین کی تشنگی بجھنے کا سامان ہو۔

آخر میں تمام رفقائے نقوش اسلام کی خدمت میں گلدستہ ہدیہ سلام پیش کرتا ہوں اور دعاء کی درخواست کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ والسلام

العبد الضعیف

محمد ناصر بن ایوب انبالوی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

حج وعمرہ کالج کا قیام

مکہ مکرمہ میں جامعہ ام القریٰ (ام القریٰ یونیورسٹی) نے ایک حج وعمرہ کالج کے قیام کا اعلان کیا ہے، اس کالج سے حج وعمرہ کے شعبہ میں کام کرنے والوں کو بیچلر، ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی سندیں تفویض کی جائیں گی، حج وعمرہ کالج کے قیام کا ایک بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس میں مسلم طلباء کو حج وعمرہ کی عملی تربیت دے کر ان میں ان کاموں کی مہارت پیدا کی جائے گی، جامعہ ام القریٰ کے انچارج نصر بن عبداللہ الصالح نے کالج کی بنیاد رکھنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ ۲۰۰۷ء سے اس کالج کا آغاز کیا جائے گا اور پہلے بیچ میں ایک ہزار طلبہ کے داخلے کی گنجائش ہوگی۔

قرآن کریم کے ملیالم انگریزی ترجمہ پر مشتمل سافٹ ویئر

ہدی انفارمیشن سولیوشن نے ۲۰۰۴ء میں قرآن کریم کے ملیالم-انگریزی ترجمہ پر مشتمل ایک سافٹ ویر تیار کیا ہے، یہ پہلا سافٹ ویئر ہے جس میں کسی ہندوستانی زبان میں مکمل قرآن کریم کا ترجمہ صرف ایک سی ڈی میں لوڈ کردیا گیا ہے، اس سی ڈی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قرآن کریم کا عربی متن، ملیالم ترجمہ اور اس کے ساتھ انگریزی ترجمہ بھی ہے، ملیالم ترجمہ عبدالحمید مدنی صاحب اور کہنی محمد پراپرنے کیا ہے، یہ دونوں حضرات جنوبی ہند کے دو بڑے اسلامی اسکالر (فاضل اسلامیات) ہیں جب کہ انگریزی ترجمہ عبداللہ یوسف علی اور پکتھال کا ہے۔

حال ہی میں ہدی انفارمشین سولیوشن نے اس سافٹ ویئر میں کچھ اور بھی اضافہ کیا ہے، علاوہ ازیں اس نے اپنا ایک ویب سائٹ بھی جاری کیا ہے تاکہ لوگ اسلامی کتابوں اور سی ڈیز (CD.s) سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں، HIS کا ویب سائٹ اور ای میل ہے۔

WWW.hudainfo.com email:info@hudanfo.com

عراق میں ۱۲؍ہزار مزید امریکی فوجی

واشنگٹن-امریکی وزارت دفاع ۱۲؍ہزار نیشنل گارڈ فوجیوں کو ایک سال کے لیے عراق میں تعینات کرنے کی تیاری کررہی ہے، امریکی نیوز چینل ین بگ سی نے پنٹاگن کے حوالہ سے یہ خبر دی۔

ایران کی دفاعی صلاحیت

ماسکو- روسی فضائی دفاعی فورسیز کی خصوصی کمانڈ کے کمانڈر جنرل یوری سولویوف نے ایک روسی اخبار کو دیئے گئے انٹرویو میں کہا کہ ایران روسی ایئر ڈیفنس سسٹم کی مدد سے ممکنہ امریکی فضائی حملے کو ناکام بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے، انہوں نے کہا کہ ایران کے پاس روس اور فرانس کا دیا ہوا الگ الگ دفاعی نظام موجود ہے، واضح رہے کہ ذرائع ابلاغ میں یہ افواہ گشت کررہی ہے، کہ امریکہ اسی ماہ ایرانی جوہری تنصیبات پر فضائی حملے کی تیاری کررہا ہے۔

امریکی وبرطانوی اسلامک ریسرچ سنٹر کے ویب سائٹس

امریکہ وبرطانیہ کے اسلامک ریسرچ سینٹر (IRC) نے قرآن وحدیث اور بہت سی اسلامی تعلیمات کو انٹرنیٹ پر شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، جن کے ذریعہ لوگ اب گھر بیٹھے تفسیر، حدیث اور بہت سے اسلامی احکام ومسائل اور آداب جان سکتے ہیں، اس کے علاوہ (آئی آر سی) نے کئی ویب سائٹس بھی جاری کئے ہیں مثلاً http//www.quranorg.uk اس ویب سائٹ کے ذریعہ آپ قرآن کے متعلق بہت سی معلومات نیز انگریزی ترجمہ بھی پڑھ سکتے ہیں، http//islam.org/mosque/quran.html اس ویب سائٹ کے ذریعہ قرآن کریم اور اسلامی معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

http// www.use.edu/dept/msa/quran اس ویب سائٹ کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیریں پڑھ سکتے ہیں۔

ایران کے ساتھ راست بات چیت

واشنگٹن- امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس عراق کے ہمسایہ ممالک اور عالمی طاقتوں کی میٹنگ میں ایران کے ساتھ راست بات چیت کرنے کو تیار ہے، امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان میک کارمیک نے یہاں کہا کہ ایران کے ساتھ سفراء کی سطح پر ایک میٹنگ ہوچکی ہے، تاہم ایران کے جوہری پروگرام کے بارے میں امریکہ ابھی بھی اپنے پرانے موقف پر قائم ہے اور اس وقت تک اس کے ساتھ کوئی بات چیت نہیں کرے گا جب تک ایران یورینیم کی افزودگی کا کام بند نہ کردے۔